ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

47

20تا26ذوالحجہ1430ھ/8تا14دسمبر2009ء

امن وامان اور بنیادی حقوق

جس ملک میں لوگ امن و مان سے محروم ہو جائیں وہاں بنیادی حقوق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور لوگ اپنے بنیادی حقوق سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی عزتِ نفس بلکہ آدمیت ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور جو آدمیت سے عاری ہے، اس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ غیرت مند اور آزاد انسان کے لیے موت تو قابلِ قبول ہو سکتی ہے مگر ایسی زندگی پر وہ ہرگز راضی نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے انفرادی حقوق اور امن وامان کی اہمیت اپنے اس قول میں واضح فرمائی:
''جو شخص اپنے گھر میں امن کی نیند سوئے، اس کا بدن تندرست ہو اور اس کے پاس پیٹ بھرنے کے لیے کھانا ہو تو گویا اسے دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے۔'' سورۃ التکاثر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''پھر قیامت کے دن ضرور تم لوگوں سے نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود آنحضور ﷺ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ نعمتوں سے مراد امن اور صحت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں امن وامان کتنی بڑی نعمت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے صحت پر بھی مقدم رکھا ہے۔ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے جبکہ غبن، فراڈ اور دوسرے طریقوں سے کسی کا مال ہتھیا لینے پر قطع ید کی سزا نہیں دی جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چوری سے ایک شخص اپنے مال ہی سے محروم نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ امن وامان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسلام میں بنیادی حقوق اور معاشرے کے امن وامان کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ فقہاء نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امن کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کے اندر رہتے ہوئے انسان کو اپنی ذات اور اپنے مال کے معاملات میں تصرف کا پورا اختیار ہو۔ جہاں یہ اختیار چھین لیا جائے وہاں امن بھی مفقود ہو جاتا ہے۔

''عمر بن الخطاب''

سید عمر تلمسانی

اس شمارے میں

امریکہ کی نئی افغان پالیسی

عید الاضحیٰ اور روحِ قربانی

کیا اب کراچی پر ڈرون حملے ہوں گے؟

میں نے جوتا کیوں پھینکا؟

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

خدارا! اب بس کرو

اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو

قرآن بلا تجوید

''جہاد سے کروسیڈ تک کا سفر''

کالم آف دی ویک

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (398)

سورۃ الانفال

(تعارف ۱)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف دونوں مکی سورتیں ہیں۔اس کے بعد اب سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ مدنیات ہیں۔سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراب میں بنو اسماعیل پر یا مشرکین عرب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہوا۔اللہ کا ہمیشہ سے یہ ضابطہ رہا ہے کہ کسی رسول کے بھیجے جانے اور اُس کی جانب سے اتمام حجت کیے جانے کے بعد بھی اگر کوئی قوم مجموعی طور پر کفر پر اڑی رہے تو اُس پر اللہ کی طرف سے عذاب استیصال آتا ہے یعنی وہ قوم نیست و نابود کر دی جاتی ہے۔یہ عذاب مختلف شکلوں میں آیا۔کسی قوم کو اُس کے علاقے میں سیلاب بھیج کر غرق کر دیا گیا جیسے قوم نوح۔کہیں بہت تیز آندھی عذاب کی صورت میں بھیجی گئی جیسے قوم عاد۔کہیں زلزلہ آیا اور آسمان سے پتھر برسائے گئے جیسا کہ سدوم اور عامورہ کی بستیاں تہس نہس کی گئیں۔آل فرعون کو اُن کے گھروں سے نکال کر سمندر میں غرق کر دیا گیا۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جب اہل مکہ نے آپ کو نہ مانا اور سخت مخالفت کی تو وہ بھی عذاب کے ضابطے کا نشانہ بنے۔مگر اُن پر آنے والا عذاب منفرد نوعیت کا تھا۔قریش مکہ پر یہ عذاب دو قسطوں میں آیا۔پہلی قسط غزوۂ بدر تھی۔چنانچہ انہیں حرم مکہ سے نکال کر میدان بدر میں لایا گیا جہاں معجزانہ طور پر مسلمان فتح مند رہے اور قریش کے ستر سردار مارے گئے، بہت سے زخمی ہوئے اور 70 قیدی ہوئے۔مسلمان 313 تھے، جن میں صرف آٹھ افراد کے پاس تلواریں تھیں، باقی نہتے تھے۔اِدھر کفار کے لشکر کی تعداد 1000 تھی جو کیل کانٹے سے لیس ہو کر آئے تھے۔مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی خصوصی مدد تھی جس کی وجہ سے قریش پر یہ عذاب آیا۔عذاب کی دوسری قسط 9 ہجری میں آئی، جب مشرکین عرب کو آخری الٹی میٹم دے دیا گیا کہ اب تمہارے لیے چند مہینوں کی مہلت ہے۔اس کے اندر اندر یا تو ایمان لے آؤ یا تمہیں نہ تیغ کر دیا جائے گا۔یہ الگ بات ہے کہ قتل عام کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ وہ سب لوگ ایمان لے آئے تھے۔عذاب کی پہلی قسط کا ذکر سورۃ الانفال میں ہے جبکہ دوسری اور آخری قسط کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔مصحف میں ان دونوں سورتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف میں بنو اسماعیل یا مشرکین پر اتمام حجت ہوئی۔سورۃ الانعام اور سورۃ التوبہ میں اُن پر عذاب الٰہی کی تفصیل بیان ہوئی۔دو مکی اور دو مدنی سورتوں کے مابین یہ معنوی ربط ہے۔

سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی۔اس لیے بات کو سمجھنے کے لیے غزوۂ بدر کے پس منظر سے واقفیت ضروری ہے، جس کی تفصیل میری کتاب ”منہج انقلاب نبوی“ میں بیان کی گئی ہے۔دین کے غلبے کا جو فرض منصبی آپ ؐ کے سپرد کیا گیا تھا وہ مکی دور میں چار مراحل سے گزرا۔1 دعوت 2 تنظیم 3 تربیت اور 4 صبر محض۔یعنی کفار کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں کو بہر حال برداشت کرنا ہے اور کسی صورت میں ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں، جیسا کہ سورۃ النساء میں آچکا، کفوا ایدیکم۔

یہ چار مراحل چلتے رہے تا آنکہ حضور ﷺ کے پاس جاں نثاروں کی ایک جماعت تیار ہوگئی، جو ہر طرح کی سختیاں جھیل چکے اور قربانیاں دے چکے تھے اور اُن کے اخلاص مع اللہ میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔اب اللہ تعالیٰ نے ایک دار الہجرت کا انتظام کر دیا۔مدینے کی طرف آپ ؐ اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ کے لیے کھڑکی کھول دی گئی۔اہل ایمان کو مکے سے نکال کر مدینے میں لے جایا گیا۔یہ ہجرت ہر مسلمان پر فرض تھی، تا کہ تمام مسلمان مدینہ میں اکٹھے ہو جائیں اور مشرکین اور کفار کے خلاف یہاں سے اقدام ہو۔مسلمان کی یہ ہجرت فرار (Flight) نہ تھا جیسا کہ مخالفین سمجھتے ہیں، بلکہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے متبادل موزوں جگہ پر منتقل ہونا تھا، تا کہ وہاں سے فیصلہ کن اقدام کیا جا سکے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

خندہ پیشانی اور فیاضی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقَی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ اِنَاءِ اَخِیْکَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیکی کا ہر کام صدقہ ہے (اور اس پر اجر ہے) تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے تو یہ بھی نیکی ہے۔اور اپنے ڈول سے تھوڑا سا پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دے تو یہ بھی نیکی ہے۔“

تشریح: یہاں بتایا کہ نیکی کا ہر کام خواہ بظاہر وہ کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، صدقہ ہے۔اُس پر اجر وثواب ملے گا۔ایک آدمی اگر کسی دوسرے سے خندہ پیشانی سے ملتا ہے۔یا تعاون کے جذبے سے کسی دوسرے کے ڈول میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دیتا ہے، تو یہ بھی ثواب کا کام ہے۔اللہ اس پر اُسے اجر دے گا۔گویا دوسروں کو معمولی سا نفع پہنچانا بھی اجر وثواب سے خالی نہیں۔

ادارِیہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امریکہ کی نئی افغان پالیسی

امریکی صدر باراک حسین اوباما نے تین ماہ کی شب و روز کی محنت شاقہ سے تیار کردہ افغان پالیسی کا اعلان کر دیا ہے۔ اس پالیسی کو تیار کرنے میں درجنوں تھنک ٹینکس کی تیار کردہ رپورٹس کو سامنے رکھا گیا۔ دنیا بھر کے دفاعی اور عسکری تجزیہ نگاروں کے خیالات کو پڑھا اور سنا گیا۔ ملکی اور غیر ملکی سیاست دانوں اور سفارت کاروں کو شریکِ مشورہ کیا گیا۔ جنوبی ایشیا اور افغانستان سے تعلق رکھنے والے سیاسی ماہرین سے خصوصی مشاورت ہوئی۔ امریکہ کی زوال پذیر معیشت اور عالمی کساد بازاری کے پس منظر میں بھی حالات کو جانچنے کی کوشش کی گئی۔ ری پبلکن اور ڈیموکریٹک کانگرس میں جو اس معاملے میں متضاد رائے رکھتے ہیں، اُن کا سیاسی وزن بھی کیا گیا۔ عالمی قیادت سے یعنی مختلف ممالک کے سربراہان حکومت اور مملکت سے خود صدر اوباما نے بالمشافہ اور ٹیلی فونک رابطہ سے مشورہ کیا۔ ویڈیو کانفرنسوں کا انعقاد بھی ہوا اور بالآخر یکم دسمبر 2009ء کو خود صدر امریکہ نے ایک فوجی اکیڈمی میں اس پالیسی کا اعلان بہ نفس نفیس کیا۔

نئی افغان پالیسی جو منظر عام پر آئی ہے، اُس کا لب لباب کیا ہے؟ اُس سے کیا چھلک رہا ہے؟ اُس میں ٹارگٹ کیا ہے؟ اب نئی منزل کیا متعین کی گئی ہے؟ پالیسی سازوں کی اصل اور دلی خواہش کیا ہے؟ ان تمام سوالات کا مختصر اور جامع جواب تو یہ ہے کہ اس کمبل سے جان بھی چھڑاؤ اور سپریم پاور آف دی ورلڈ کا بھرم بھی قائم رہے۔ لیکن اس پالیسی سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ جس افغان جنگ کے بارے میں جو بڑے متکبرانہ انداز میں یہ کہا جا رہا تھا کہ فتح کے سوا دوسرا کوئی آپشن نہیں، شکست اور ناکامی کا مطلب مہذب دنیا کو دہشت گردوں کے حوالے کر دینے کے مترادف ہے، نئی پالیسی میں ''فتح'' کے لفظ کو سرے سے خارج کر دیا گیا ہے۔ نئی پالیسی کے مطابق یا نئی خواہش یہ ہے کہ طالبان کو بہت کمزور کر دو، تاکہ وہ کٹھ پتلی افغان حکومت سے مذاکرات کے لیے میز پر آ جائیں۔ افغانستان کی حکومت کو معاشی اور سیاسی طور پر مضبوط کر دو اور 18 ماہ میں ایک بڑی افغان فوج کو ٹریننگ دے کر اس قابل بنا دو کہ وہ افغانستان کا دفاع کر سکے اور امریکی ہڈ گھر کو لوٹیں۔ ہمارے نزدیک یہ خواہش فتح کی خواہش سے زیادہ احمقانہ اور قطعی طور پر ناقابل عمل ہے۔ ہم ایسا کیوں سمجھتے ہیں، بعد ازاں واضح کر دیں گے۔ امریکہ کی اس نئی افغان پالیسی کا مختلف ممالک پر مختلف اثر ہو گا۔ اور یہ پالیسی ظاہری اور کاغذی طور پر کچھ بھی ہو، زمینی حقائق کے مطابق امریکی مفادات کے حصول کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔ قتل و غارت، انسانی خون کا بے دریغ بہانا اور بستیوں کا برباد کر دینا امریکہ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں، لیکن کبھی کبھار جو سفید امریکیوں کا رنگدار خون بہہ جاتا ہے اور ڈالر بے توقیر ہوتا جاتا ہے، اس نے اُسے ایگزٹ پالیسی بنانے پر مجبور کیا ہے۔ فوری طور پر تیس ہزار فوج بھیجنے اور اٹھارہ ماہ بعد انخلاء کا مطلب یہ ہے کہ ایک زوردار حملہ مار کا فتح کی حسرت پوری کرنے کی آخری کوشش کی جائے، میدانِ جنگ کے جرنیلوں کو آخری موقع دیا جائے۔ علاوہ ازیں ری پبلکن کانگرس مین کو بھی راضی کر لیا جائے کہ وہ مزید فوج بھیجنے کے زبردست حامی ہیں۔ لیکن اگر یہ آخری حملہ بھی ناکام رہے تو فوجوں کی واپسی سے ڈیموکریٹس کو مطمئن کیا جا سکے۔

اس نئی پالیسی سے پاکستان کے حوالہ سے امریکی طرزِ عمل بالکل عیاں ہو گیا ہے۔ 30 ہزار کی زائد فوج بھیج کر ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر افغانستان میں ناممکن ممکن بن جاتا ہے یعنی فتح حاصل ہو جاتی ہے تو پاکستان پر مکمل تسلط بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔ اور اگر افغانستان میں متوقع ناکامی ہوتی ہے تو افغانستان میں موجود کُل فوج کو پاکستان کے خلاف استعمال کیا جائے گا، جس سے افغانستان میں ذلت آمیز شکست

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 47
20 تا 26 ذوالحجہ 1430ھ
8 تا 14 دسمبر 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پر پردہ پڑ سکے گا اور اگلے انتخابات میں امریکی عوام کو بتایا جائے گا کہ اصل مقصد پاکستان کے القاعدہ کے ساتھ تعلقات ختم کرنا اور ایٹمی اثاثہ جات کو ناکارہ بنانا تھا، کیونکہ پاکستان کے ہتھیار القاعدہ کے ہاتھ لگ گئے تو اس سے یورپ اور امریکہ کو خطرہ ہے اور ایٹمی ہتھیار سے مسلح اسلامی ریاست سے اسرائیل کی سلامتی خطرے میں رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں پانچ مرتبہ دہشت گردوں کی محفوظ پناہ گاہوں کا تذکرہ کیا۔ اُن پر یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ القاعدہ پاک افغان بارڈر پر موجود ہے اور پاکستان کے جوہری اثاثوں کو القاعدہ سے خطرہ ہے۔ پاکستان کے شہروں کراچی، اسلام آباد اور پشاور کے بارے میں اوباما فکر مند ہوئے اور ہمیں اُن کی فکرمندی سے اپنی سلامتی کو خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ خطرے کا یہ احساس یقیناً بلاوجہ نہیں ہے۔

قصہ کوتاہ ضرب المثل مشہور ہے، کمہار کا غصہ گدھی پر نکلتا ہے۔ امریکہ افغانستان میں اپنی ذلت و رسوائی کا بدلہ پاکستان سے لے گا۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے پاس تو ایک ہی نسخہ کیمیا ہے جس کا استعمال ہماری جسمانی روحانی بیماریوں کا علاج کرے گا۔ اپنا رخ مکہ مکرمہ کی طرف کرو اور صاحب مدینہ کی پیروی اختیار کرو، مکمل طور پر شفایاب ہو جاؤ گے۔ بعض اوقات یہ بات سامنے آتی ہے کہ پرانی قومیں کتنی نانجار، جاہل اور غافل تھیں کہ انبیاء اور رسل کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں۔ فرعونِ مصر نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے، لیکن اندھا بنا رہا۔ بالآخر غرقِ دریا ہوا۔ اور نمرود ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو گلشن بنتا دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا اور جوتیاں کھاتا مچھر کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ اور عوام کی اکثریت اپنے بادشاہوں کی پیروی میں ہلاک ہوئی۔ کیا آج کے فرعون اور نمرود یہ معجزہ نہیں دیکھ رہے کہ دنیا کی پسماندہ ترین افغان قوم جس کے پاس نہ کھانے کو روٹی ہے نہ لڑنے کے لیے مناسب اسلحہ ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے وقت کی تین سپریم قوتوں کو شکست فاش دے چکی ہے۔ برطانیہ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اُسے افغانیوں نے ناکوں چنے چبوائے۔ سوویت یونین کو نہ صرف ذلت آمیز شکست دی بلکہ وہ اپنا وجود بھی قائم نہ رکھ سکا۔ پھر امریکہ حملہ آور ہوا اور دنوں میں افغانستان کو روند ڈالا۔ اسلام دشمن اور ہمارا سیکولر طبقہ ہم سے پوچھتا تھا، کہاں گئی تمہاری اسلامی حکومت، خدا اُن کی مدد کو کیوں نہیں پہنچا۔ اب تو یہ جان گئے ہوں گے کہ طالبان افغانستان کو جنگ میں شکست نہیں ہوئی تھی۔ لڑائی میں پسپائی اختیار کر کے اُنہوں نے پینترا بدلا تھا۔ محاذِ جنگ کو دوسری صورت ملی تھی۔ لہٰذا اللہ کی مدد اور فتح قریب، یہ پیغام تو ہمیں چودہ سو سال پہلے مل گیا تھا۔

اے مسلمانانِ پاکستان! ذرا سوچیے، اگر ملا عمر اور اُن کے بے سروسامان ساتھی جو کسی ریاست کے اس وقت باقاعدہ حکمران بھی نہیں ہیں اور جنہیں ہر روز اپنی جگہیں اور مورچے تبدیل کرنے پڑتے ہیں، وہ دنیا کے 138 ممالک کی کیل کانٹے سے لیس فوج کو جس کی پشت پر دولت اور اسبابِ دنیا کے ڈھیر ہیں، ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں تو ایک اسلامی ریاست جو ایٹمی صلاحیت بھی رکھتی ہے کیوں دور کھڑے امریکیوں سے تھر تھر کانپ رہی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس پر اللہ نے ہم پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ افغانستان میں تیس ہزار امریکی فوجیوں کی آمد پر بہت سے تجزیہ نگار تبصرے کر رہے ہیں۔ ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ جنگل میں اگر شکار کم ہو تو شکاری کو محنت بھی زیادہ کرنا پڑتی ہے اور اُسے تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پھر بھی شکاری کی دست یابی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن اگر جنگل میں شکار کا اضافہ ہو جائے اور وہ جگہ جگہ مل جائے تو پھر شکاری کے مزے ہوتے ہیں۔ طالبانِ افغانستان یہ مزے لوٹیں گے۔ ان شاء اللہ

یہ نصف صدی کا قصہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں!

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا نقیب
غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کا حُدی خواں

ماہنامہ میثاق لاہور

اشاعت کے 50 سال مکمل ہونے پر خصوصی شمارہ

مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد

اہم مضامین

- ہم کہاں کھڑے ہیں؟ .... حافظ عاکف سعید
- مالاکنڈ کی اہمیت اور اس کا مستقبل .... ڈاکٹر اسرار احمد
- میثاق کا اجرا کیوں؟ .... مولانا امین احسن اصلاحی
- مسلمانوں کے قرآن مجید سے بُعد اور بیگانگی کے اسباب .... پروفیسر یوسف سلیم چشتی
- جہاد کی اعلیٰ قسم (حدیث نبویؐ کی روشنی میں) .... مولانا عبدالغفار حسن
- حُرمتِ ناموسِ رسالت .... انجینئر نوید احمد
- اسلام میں طلاق کا قانون اور اس کا فلسفہ .... سید شہاب الدین ندوی

ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا سلسلہ وار ترجمہ قرآن مجید مع مختصر تشریح ہر ماہ شائع ہو رہا ہے

خصوصی اشاعت: صفحات 224، قیمت صرف 60 روپے
عام شمارہ: 20 روپے، سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 200 روپے

شائع کردہ: مکتبہ خدام القرآن 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-35869501 فیکس 35834000، ای میل: maktaba@tanzeem.org

عیدالاضحیٰ اور روحِ قربانی

قرآن و سنت کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 20 نومبر 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحج کی آیات 34 تا 37 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آج ذوالحجہ کی 2 تاریخ ہے۔ چند دنوں کے بعد عیدالاضحیٰ کا عظیم تہوار آنے والا ہے۔ موقع کی مناسبت سے ضرورت اس بات کی ہے کہ میں آپ کے سامنے "عیدالاضحیٰ اور روحِ قربانی" کو اجاگر کروں، لہٰذا آج اسی موضوع پر گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ

عید اپنی جگہ ایک تہوار بھی ہے اور ایک عبادت بھی۔ اس میں دونوں پہلو ہیں۔ عبادت کا پہلو اس میں قربانی ہے، جو راہ خدا میں بہت بڑا کار خیر ہے۔ یہ تہوار اور خوشی کا موقع بھی ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کے لیے خوشی کے دو تہوار ہیں: ایک عیدالفطر ہے اور دوسرا یہ عیدالاضحیٰ۔ عام طور پر خوشی کے مواقع پر جشن منایا جاتا ہے، لیکن ہمارے دین اسلام نے خوشی کے اظہار کا بھی ایک قرینہ اور سلیقہ سکھایا ہے۔ چاہیے کہ مسلمان عیدین کے تہوار اس سنجیدگی اور وقار سے منائیں جس سے اُن کے بنیان مرصوص اور ملت واحدہ ہونے کا اظہار ہو، اُن کی ہیئت اجتماعیہ نمایاں ہو۔ نماز عید جس کے لیے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کسی کھلے میدان میں ادا کی جائے یا پھر کسی بڑی مسجد میں لوگ اکٹھے یہ نماز ادا کریں، اس سے بھی مقصود یہی ہے کہ امت کی وحدت اور شان و شوکت کا اظہار ہو، دنیا والے یہ دیکھیں کہ مسلمان ایک ملت ہیں، ایک جماعت ہیں، ان کا ایک امیر ہے، اس جماعت کا نظم ہے، اس کا ایک ڈسپلن ہے، اس لیے کہ اس ڈسپلن کو دیکھ کر بھی بہت سے لوگ اسلام سے متاثر ہوتے اور اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اخبارات میں نومسلموں کے قبول اسلام کے حالات چھپتے رہتے ہیں۔ کئی نومسلموں کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا کوئی اجتماع جمعہ دیکھا، وہ نماز جمعہ کے لیے مسلمانوں کی صف بندی، نظم، ڈسپلن اور سنجیدگی و متانت سے بے حد متاثر ہوئے، اور بالآخر دائرہ اسلام میں آ گئے۔ تو عید سے مسلمانوں کا شکوہ، وقار اور اجتماعیت کا اظہار ہونا چاہیے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

عید آزاداں شکوہ ملک و دیں
عید محکوماں ہجوم مومنیں

اس عید میں اصل شے جس کی بنا پر یہ عیدالاضحیٰ قرار پاتی ہے، قربانی ہے۔ ہم جب بھی لفظ "قربانی" سنتے ہیں، تو اس سے ہمارے ذہنوں میں قربانی کا مخصوص تصور آ جاتا ہے۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ "قربانی" کا اصل مفہوم کیا ہے؟ "قربانی" کا لفظ قرب سے نکلا ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو کام کیا جائے، جو نذر و نیاز پیش کی جائے، وہ قربانی ہے۔ سورۃ المائدہ میں ہابیل اور قابیل کے قصے میں فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ﴾ (آیت: 27)

"اور (اے نبیؐ) اُن کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات (جو بالکل سچے ہیں) پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے (اللہ کی جناب میں) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔"

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے، لہٰذا اُسی کا دیا اُس کے حضور پیش کرتے ہیں کہ پروردگار، ہماری طرف سے یہ نذر و نیاز ہے، اسے قبول فرما۔ یہ نذرانہ قربانی اس لیے ہوتا ہے کہ عام زندگی میں انسان اللہ کی راہ میں کچھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ قربانی اس بات کا مظہر ہے کہ ہاں ایک قابل ذکر شے تھی جو بندے کی طرف سے اللہ کے حضور پیش کی گئی۔

قربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا، یارسول اللہ! قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی ہم یہ گائے بیل اونٹ بکرا مینڈھا کی قربانی کیوں کرتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی امتحانات سے گزارا۔ ابتلاء و آزمائش کی انتہا یہ ہوتی ہوئی کہ انہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ اپنی محبوب ترین شے (اپنے بیٹے کو) اللہ کی راہ میں قربان کر دو۔ قرآن خود کہتا ہے کہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھوں سے بیٹے کو قربان کر دیا جائے، یہ آسان کام نہیں۔ شفقت پدری کسی طور اس پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔ ایک انسان نارمل نہ ہو، بلکہ خلل دماغی کا شکار ہو تو اُس کا معاملہ الگ ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے ایک سلیم الفطرت انسان سے اس طرح کا مطالبہ بلاشبہ بہت بھاری مطالبہ تھا اور ایک کڑی آزمائش۔ لیکن جب اللہ کا حکم آ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی، اور اللہ سے اپنی وفاداری کا کامل ثبوت فراہم کر دیا۔ چنانچہ اُسی وقت اللہ نے فرمایا: "اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا"۔ اسی عظیم قربانی اور تاریخی واقعہ کی یاد میں ہم مسلمان ہر سال قربانی کرتے ہیں۔

قربانی کی روح کیا ہے؟ قربانی کی روح اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کیا جائے۔ آدمی اللہ کی رضا کے لیے اپنی عزیز ترین متاع کو بھی قربان کرنے کے لیے تیار رہے کہ اُس کی رضا سے زیادہ قیمتی اور کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ عید قربان کے دن سب سے افضل عمل قربانی ہے۔ قربانی کے ضمن میں یہ بات بھی یاد رہے کہ قربانی کے جانور کو آدمی خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی معمول تھا۔

قرآن مجید میں قربانی کو حج کی عبادت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ قرآن میں مناسک حج کا تذکرہ دو مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں جس کا شمار مدنی سورتوں میں

ہوتا ہے اور سورۃ الحج میں جو کہ مکی سورت ہے۔ سورۃ البقرہ میں زیادہ تفصیلی ذکر مناسکِ حج کا ہے، جبکہ سورۃ الحج میں مناسکِ حج کے حوالے سے اشارہ ہے، اصل زور قربانی پر ہے۔ قربانی کے حوالے سے آیات پانچویں رکوع میں آئی ہیں۔ فرمایا:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

”اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے، تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کو ذبح کرتے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔“

قربانی ہر دور میں عبادت کا مستقل جزو رہی ہے۔ قربانی کی شکل کیا تھی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو چوپائے عطا کیے ہیں، اُن کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت ضروری ہے کہ اُن پر اللہ کا نام لو۔ جانور کی گردن پر چھری چلاتے وقت زبان پر یہ الفاظ آنے چاہئیں ((بسم اللہ اللہ اکبر اللّٰھم منک ولک)) یعنی ”اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے میرے پروردگار یہ تیری طرف سے (مجھے ملا) ہے اور تیرے ہی لیے (یہ ہدیہ کیا جا رہا) ہے۔“

قربانی ایک عبادت ہے، لہٰذا یہ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ قربانی پر اگر کسی اور کا نام لیا تو اس میں بھی شرک کی نجاست آجائے گی۔ چنانچہ اُس کا گوشت حرام ہوجائے گا۔

آگے فرمایا:

﴿فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾

”سو تمہارا معبود ایک ہی ہے، تو اُسی کے فرماں بردار ہوجاؤ۔“

یاد رکھو کہ تمہارا معبودِ برحق تو صرف ایک اللہ ہے۔ اُس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ اُسی معبودِ برحق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو۔ یہاں بابِ افعال سے ”اسلموا“ فعلِ امر کا صیغہ آیا ہے۔ اس سے مصدر ”اسلام“ بنتا ہے۔ اسلام کا مطلب ہی سرِ تسلیم خم کر دینا، اطاعت قبول کر لینا ہے۔ مسلمان کے معنی ہیں وہ شخص جو اللہ کی فرماں برداری اختیار کرے۔ اللہ نے ہمارا یہی نام رکھا ہے جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا گیا: ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔“ یعنی تمہاری شناخت ہی اسلام سے ہے۔ تمہیں ہر معاملے میں اپنے مالک کے آگے سر جھکا دینا ہے۔ جب تم نے اُسے رب مان لیا تو اب اُس کا جو بھی حکم آئے اُس کی تعمیل کرو۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ ایک طرف نفس کی مرضی، زمانے کے رواج اور برادری کی رسومات ہوں، اور دوسری جانب اللہ کا فیصلہ، تو سب کو چھوڑ کر اللہ کے فیصلے کے سامنے جھک جاؤ۔ یہ سوچ نہیں ہونی چاہیے کہ میں برادری اور معاشرے کے رسم و رواج سے ہٹ کر نہیں چل سکتا۔ اگر سوچ یہ ہے کہ سود حرام تو ہے، لیکن اس کے بغیر ہماری معیشت قائم نہیں رہ سکتی، آخر دنیا میں بھی جینا اور کاروبار کو بڑھانا ہے، اور اس کے لیے سود لازم ہے، تو یہ سوچ اسلام سے یکسر متصادم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی عظیم سنت کا پیغام یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنے بیٹے تک کو قربان کر دیا، ہم بھی اللہ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی دیں۔ جو فکر و خیال بھی اسلام کی راہ روکے اسے ذبح کر ڈالیں، اور طے کر لیں کہ ہم ہر صورت میں اللہ کی بات مانیں گے، اور اس معاملے میں کسی بھی چیز کو رکاوٹ نہیں بننے دیں گے۔ جب اللہ حکم دیتا ہے کہ صرف میرے آگے سر جھکاؤ تو پھر کسی اور قوت کے سامنے سر جھکانا مسلمان کو زیبا نہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ﴾ (آیت: 34)

”اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔“

یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں، آپ انہیں بشارت دیجیے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیابی و کامرانی کے راستے کے راہی ہیں۔ انہوں نے قطعی طور پر یہ طے کیا ہے کہ اللہ ہی کے سامنے جھکیں گے۔ جب آدمی اللہ کے آگے سر جھکا لے، تو اُسے پھر کسی اور کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر اُس کے دل سے دنیاوی طاقتوں کا خوف ختم ہوجاتا ہے۔ بقول اقبال ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل کے نرخ بڑھا کر حکومت نے گرانی سے سسکتے ہوئے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے

حافظ عاکف سعید

پریس ریلیز یکم دسمبر 2009ء

عوام کا خون چوسنے کا سلسلہ ختم نہ ہوا تو ظلم و ستم سے ستائے ہوئے عوام کے ہاتھ حکمرانوں کی گردنوں تک پہنچ سکتے ہیں

حکومت اپنی عیش و عشرت اور شاہ خرچیوں کو برقرار رکھنے کے لیے عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عید کے موقع پر پہلے بجلی کے نرخ بڑھا کر اور بعد ازاں پٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل کے نرخ بڑھا کر گرانی سے سسکتے ہوئے عوام پر مزید ظلم ڈھایا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بجلی پٹرول اور ڈیزل اشیاء کی پیداوار اور آمدورفت میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں جس سے تمام ضروریاتِ زندگی مہنگی ہوجاتی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ سیاست دان اور دوسرے حکومتی اہلکار وسائل کی لوٹ مار کرکے اور بنکوں کا قرضہ ہضم کرکے این آر او کی چھتری تلے پناہ حاصل کرلیتے ہیں اور پھر سارا بوجھ غریب عوام پر ڈال دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دن رات عوام اور جمہوریت کا ورد کرنے والی حکومت نے اپنی غلط پالیسیوں اور کرپشن سے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اپنی عیاشیاں جاری رکھنے کے لیے عوام کا خون چوسنے کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا تو وہ وقت آسکتا ہے کہ ظلم و ستم سے ستائے ہوئے عوام سڑکوں پر نکل آئیں اور پھر حکمرانوں کی گردنوں تک اُن کے ہاتھ پہنچ جائیں۔ اُنہوں نے یہ اضافے فوری طور پر واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

عاجزی کرنے والوں کی صفات کیا ہیں، فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (35)﴾

”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور (جب) اُن پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے، اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔“

ان لوگوں کی صفت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے شہنشاہ ارض وسمٰوت کا ذکر، اُس کی عظمت اور جلالت شان کا تذکرہ کیا جائے تو اُن کے دل لرز اُٹھتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ اُن پر جو بھی بیتے وہ اُس پر صبر کرتے ہیں۔ قربانی کے مضمون سے قبل ان آیات میں حج اور اُس کے سفر کا ذکر آیا۔ ظاہر ہے جو شخص حج کے لیے نکلتا ہے، اُسے مشقت تو اُٹھانا پڑتی ہے، بے آرامی تو اس سفر کا لازمی حصہ ہے۔ لہٰذا یہ بتا دیا کہ مخبتین صبر سے کام لینے والے ہیں۔ (یہاں یہ بات واضح کر دی جائے کہ ہمارے ہاں بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ حج اُس وقت فرض ہوتا ہے جب آپ اپنی ساری ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائیں۔ یہ بالکل غلط تصور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان جو عاقل و بالغ ہو اور اُس کے پاس سفر خرچ اور پیچھے گھر والوں کی کفالت کا انتظام موجود ہو تو اُس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تصور غلط طور پر لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے کہ پہلے آدمی اولاد کی شادی بیاہ کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائے، تو پھر حج کو جائے)۔ ان لوگوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ سفر ہو یا حضر ہر حالت میں نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ اللہ نے انہیں جو کچھ دیا ہے، اُس میں سے اُس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس معاملے میں وہ بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

آگے فرمایا:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ﴾

”اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ مقرر کیا ہے۔ اُن میں تمہارے لیے فائدے ہیں۔ تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو۔“

اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے بارے میں تصریح بتا دیا کہ یہ جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان میں تمہارے لیے بہت سے فائدے ہیں۔ قربانی کا جانور جب ذبح کرنے لگو، خاص طور پر یہاں اونٹ کے ذبح کرنے کا ذکر ہے، تو چاہیے کہ عام ضابطہ کے مطابق اللہ کا نام لے کر اُن کو ذبح کرو۔ اونٹ کو گائے بیل کی طرح ذبح کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس کو ذبح کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ نحر ہے کہ اُس کو قبلہ رُخ کھڑا کر کے ایک ٹانگ باندھ دی جائے، تا کہ بھاگ نہ سکے، اور پھر اُس کی گردن اور سینے کا جو جوڑ ہے، اُس پر ایک خاص انداز سے خنجر چلایا جائے، جس سے اُس کی شہ رگ کٹ جائے اور وہ وہیں کھڑا کھڑا کمزور ہو کر گر پڑے۔ عرب بھی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہاں بھی اسی کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جب اونٹوں کو صف میں کھڑا کر کے نحر کرنے لگو تو اُن پر اللہ کا نام لیا کرو۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانی دی۔ تمام اونٹ ایک قطار میں کھڑے تھے۔ ان میں 63 اونٹوں کا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے نحر کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب ایک اونٹ کا نحر کر لیتے تو دوسرا آگے بڑھ کر اپنی گردن نیچے کر لیتا۔

﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (36)﴾

”پس جب وہ (اونٹ) پہلو کے بل گر پڑیں تو اُس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اس طرح ہم نے اُن کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے، تا کہ تم شکر ادا کرو۔“

اور جب اونٹ کمزور ہو کر گر پڑے اور سارا خون نکل جائے تو تب اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے استعمال کرو۔ گوشت خود بھی کھاؤ اور محرومین اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ، اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ قربانی کے گوشت کو آپ تین حصوں میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیں۔ ایک احباب کو دے دیں اور ایک حصہ فقراء و مساکین کو۔ آپ سارا گوشت گھر میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اگر آپ پورے کا پورا گوشت اللہ کی راہ میں دے دیں تو یہ بہت خیر و بھلائی کی بات ہے۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا، قربانی کا ظاہر ہے، قربانی کی روح تقویٰ اور خدا خوفی ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں یہی بات فرمائی گئی۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (37)﴾

”اللہ تک نہ اُن (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے، تا کہ اس بات کے بدلے کہ اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے، اُسے بزرگی سے یاد کرو۔ اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو۔“

ایک تو قربانی کا ظاہری عمل ہے کہ قربانی کا جانور اچھے سے اچھا ہو، وہ شرائط پر پورا اُترے۔ اور ایک اُس کی روح ہے۔ قربانی کی روح جیسا کہ پیچھے بتایا گیا تقویٰ ہے۔ اللہ نے یہاں واضح فرما دیا کہ اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا کہ تم اپنی ساری توجہ قربانی کے ظاہر پر مرکوز کر لو۔ نہیں، بلکہ اصل شے تمہارے دلوں میں اللہ کا ڈر، اُس کی ناراضی کا خوف ہے۔ اُس کی خشیت ہے، یہی چیز اللہ کو پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیت کو دیکھے گا۔ وہاں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ تم میں سے کس نے سب سے مہنگا اور سب سے بڑا بکرا یا بیل قربان کیا تھا۔ اللہ یہ دیکھے گا کہ تم نے کس نیت سے قربانی کی۔ آیا تمہارے پیش نظر ریاکاری اور دکھاوا تھا یا قربانی کا سچا جذبہ اور تم اس نیت سے جانور قربان کر رہے تھے کہ مجھ سے میرا اللہ راضی ہو جائے۔ آیا تم نے موٹا تازہ قربانی کا جانور ذبح کرنے ہی پر اکتفا کی تھی یا اس بات کا تہیہ کیا تھا کہ جس طرح اللہ کی رضا کے لیے میں یہ جانور ذبح کر رہا ہوں، اسی طرح میں اللہ کے ہر فیصلے کے سامنے اپنے نفس، اپنی انا اور اپنی خواہشات کو بھی قربان کروں گا اور ضرورت پڑی تو جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کے راستے میں آ جاؤں گا۔ اور اپنا سب کچھ راہ خدا میں نچھاور کر دوں گا۔ یہی قربانی کی روح ہے۔ یہ روح اگر بیدار رہے گی تو اس اُمت کے اندر جان رہے گی۔ اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے اغیار سو بار سوچیں گے۔ لیکن اگر یہ روح ختم ہو جائے گی تو پھر امت دشمنوں کے لیے تر نوالہ ثابت ہو گی۔ کفریہ قومیں جیسے چاہیں گی اُسے کاٹ کھائیں گی۔ اُس کے خطوں پر قبضہ کریں گی۔ بہرکیف اللہ کی راہ میں جہاد و قتال، اپنی جان تک قربان کر دینے کا جذبہ قربانی کی اصل روح ہے، اور یہی مطلوب ہے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی جذبہ کے تحت قربانی کی عبادت کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

کیا اب کراچی پر بھی ڈرون حملے ہوں گے؟

محمد سمیع

امریکہ پاکستان پر دباؤ جاری رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً نئے نئے شوشے چھوڑتا رہتا ہے۔ ایسا ہی ایک شوشہ کچھ عرصہ قبل چھوڑا گیا تھا۔ پاکستان میں متعین امریکی ڈپٹی چیف آف مشن جیرالڈ سٹائن نے کہا تھا کہ طالبان قیادت کمانڈ اینڈ کنٹرول سنٹر بلوچستان میں ہے جس سے افغانستان کی سلامتی خطرے میں ہے۔ بلوچستان میں ڈرون حملے کی تجویز زیر غور نہیں۔ (روزنامہ کائنات) بعد ازاں، پاکستان میں امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن نے نہلے پر دہلا مارتے ہوئے کہا تھا کہ کوئٹہ میں افغان طالبان کی شوریٰ باعث تشویش ہے۔ ان کے مطابق اوباما انتظامیہ کے ایجنڈے پر پہلے القاعدہ سرفہرست تھی۔ اب طالبان اس کے لئے پریشانی کا باعث بن رہے ہیں۔ امریکی اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ بلوچستان کے صوبائی دارالحکومت میں افغان طالبان کی شوریٰ کا سرگرم ہونا ہمارے لئے شدید تشویش کا باعث ہے، جہاں ہمارے فوجی بھی موجود نہیں۔ تاہم انہوں نے کہا تھا کہ اب ہمارے فوجی افغان سرحد کی دوسرے جانب بھی موجود ہیں اور کوئٹہ میں طالبان شوریٰ واشنگٹن کے نزدیک سرفہرست ہے۔ امریکہ شمال مغربی قبائلی علاقوں کی نسبت بلوچستان کے صحرائی خطے سے کم واقف ہے۔ قبائلی علاقوں میں گزشتہ کئی سالوں سے امریکہ القاعدہ اور طالبان رہنماؤں کی تلاش کے سلسلے میں پاکستان کے ساتھ قریبی تعاون کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں جاسوس طیاروں کے حملوں کے ذریعے عسکریت پسندوں کو مارا گیا۔ تاہم انہوں نے کہا کہ امریکہ قبائلی علاقوں کی طرح جاسوس طیاروں کے میزائل حملے کوئٹہ پر نہیں کرے گا۔ (روزنامہ خبریں 30 ستمبر)

ایک اور خبر کے مطابق کوئٹہ پر فضائی حملوں کی امریکی دھمکیوں اور امریکی کمانڈوز کو کوئٹہ بھیجنے پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ اس خبر کے ساتھ وفاقی وزیر داخلہ رحمٰن ملک کا بیان بھی شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ بروقت نشان دہی کی جائے خود کارروائی کریں گے۔ ان کے اس بیان سے امریکی دھمکی کی تصدیق ہو گئی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ امریکہ نے ابھی تک طالبان قیادت کی موجودگی کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کیں۔ (روزنامہ جنگ)

انٹیلی جنس اداروں نے صدر، وزیر اعظم، وزارت داخلہ اور دیگر اعلیٰ حکام کو بھجوائی جانے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں بتایا تھا کہ طالبان کی کوئٹہ شوریٰ کا کوئی وجود نہیں۔ بین الاقوامی میڈیا میں پاکستان اور اس کے ریاستی اداروں کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی کی جارہی ہے۔ حساس اداروں کی رپورٹ میں مزید بتایا گیا کہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں ایک غیر ملکی نامہ نگار نے ایک پاکستانی صحافی کو ڈالروں کے عوض خریدنے کی کوشش کی مگر اس مقامی صحافی نے انکار کر دیا۔ نیو یارک ٹائمز کی سینئر نامہ نگار کارلونا گال کوئٹہ میں پاکستان اور طالبان کے حوالے سے منفی رپورٹنگ میں ملوث پائی گئی جس کے باعث قومی اور بین الاقوامی سطح پر اضطراب پایا جاتا ہے جو کہ سراسر منفی اور لغو پروپیگنڈا ہے۔ عالمی میڈیا ایسی بے بنیاد اور من گھڑت خبریں کوئٹہ میں طالبان شوریٰ کے حوالے سے دے رہا ہے جس کا مقصد پاکستان کو دہشت گرد اور دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنے والی ناکام ریاست قرار دینے کی کوشش ہے۔ (روزنامہ کائنات)

الحمد للہ، کوئٹہ پر ڈرون حملوں کی خبر کی اشاعت کے بعد نہ صرف بلوچستان کے سیاسی قائدین نے اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا تھا بلکہ ہمارے آرمی چیف کا بیان بھی اخباروں میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ امریکہ کو بلوچستان پر ڈرون حملے کرنے نہیں دیں گے۔ اس کے بعد کافی عرصے تک اس مسئلہ پر خاموشی رہی۔ اب ایک خبر آئی ہے کہ قومی سلامتی کے اہم ادارے نے کوئٹہ میں طالبان شوریٰ کا پتہ چلانے کے لئے خفیہ آپریشن کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق ان آپریشنز کے دوران امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کی تکنیکی مدد بھی حاصل کی گئی تھی، تاکہ امریکی جو اس حوالے سے بے بنیاد الزام لگا رہے تھے، ان کی حقیقت سامنے لائی جاسکے۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ حساس ادارے نے ایک سال کے دوران طالبان شوریٰ کا پتہ چلانے کے لئے مختلف مقامات پر چار خفیہ آپریشنز کیے۔ تاہم ان چاروں آپریشنز کے دوران یہ پتہ نہیں چل سکا کہ طالبان شوریٰ کوئٹہ یا بلوچستان کے کسی بھی حلقے میں موجود ہے۔ اس حوالے سے پاکستانی سیکیورٹی حکام نے نہ صرف امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن بلکہ پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے امریکی قومی سلامتی کے مشیر جنرل جیمز جان کو بھی باضابطہ طور پر آگاہ کر دیا ہے کہ طالبان کوئٹہ شوریٰ پاکستان کے کسی حصے میں بھی موجود نہیں ہے۔ ذرائع نے مزید بتایا کہ تکنیکی اور خفیہ معلومات کے لئے سی آئی اے نے کوئٹہ کے بعض مقامات کے بارے میں معلومات دی تھیں کہ یہاں طالبان کی قیادت موجود ہے لیکن جب وہاں خفیہ آپریشن کیے گئے تو کوئی بھی ٹھوس اور مصدقہ چیز یا طالبان رہنماؤں کی موجودگی کے آثار نہیں ملے۔ ایک اعلیٰ سیکیورٹی ذریعہ کے مطابق ان چار خفیہ آپریشنز کے نتائج امریکہ سے شیئر کیے گئے ہیں جس کے بعد امریکی انتظامیہ بھی مطمئن ہوگئی ہے کہ کوئٹہ میں طالبان شوریٰ کا کوئی وجود نہیں ہے، تاہم ان آپریشنز سے متعلق دیگر معاملات کو خفیہ رکھا گیا ہے۔ (روزنامہ مقدمہ 15 نومبر)

مذکورہ خبر کے بعد قدرے اطمینان ہوگیا تھا کہ اب امریکہ اس معاملے کو آگے نہیں بڑھائے گا لیکن اس نے ہمیں سکون سے کہاں رہنے دینا ہے۔ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے ایک اور خبر لگائی ہے جس کے مطابق مبینہ طور پر ڈرون حملوں سے بچنے کے لئے طالبان رہنما ملا عمر پاکستانی انٹیلی جنس سروس کی مدد سے کوئٹہ سے کراچی منتقل ہوگئے ہیں اور انہوں نے وہاں اپنی جماعت کی تنظیم نو کی ہے۔ امریکی اخبار نے امریکہ کے تین موجودہ اور سابق انٹیلی جنس حکام کے حوالے سے رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ ملا عمر ایک ماہ پہلے ہی کوئٹہ سے کراچی منتقل ہوگئے ہیں اور انہوں نے وہاں نئی شوریٰ کونسل قائم کر لی ہے۔ اخبار کے مطابق اعلیٰ امریکی انٹیلی جنس کے دو افسروں اور سابق سی آئی اے اہلکار بروس رائڈل نے بتایا کہ ملا عمر کو حال ہی میں کراچی میں دیکھا گیا ہے۔ امریکی انٹیلی جنس عہدیداروں کے مطابق ملا عمر انٹیلی جنس اور جاسوس طیاروں کی نگرانی سے باہر نکل چکے ہیں اور وہ ماہ رمضان کے بعد کراچی منتقل ہو چکے ہیں۔ بروس رائڈل کے مطابق انہیں بعض ذرائع نے بتایا ہے کہ کراچی میں بیشمار مدارس ہیں جہاں ملا عمر کو آسانی سے رکھا جاسکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اب کراچی پر بھی ڈرون حملے ہوں گے؟

میں نے جوتا کیوں پھینکا؟

مضمون نگار: منتظر زیدی
ترجمہ: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

منتظر زیدی عراق کے ممتاز، عالمی شہرت یافتہ صحافی ہیں، جنھوں نے سابق امریکی صدر جارج بش کے الوداعی دورۂ عراق کے دوران اہم ترین پریس کانفرنس میں ان کے منہ پر اپنے جوتے دے مارے تھے۔ انہیں اس جرم کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ رہائی کے بعد انہوں نے ایک مضمون لکھا، جسے معاصر گارڈین نے 19 ستمبر 2009ء کو شائع کیا۔ اس مضمون کا اردو ترجمہ قارئین "ندائے خلافت" کے لیے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

میں کوئی ہیرو نہیں ہوں بلکہ میں نے بش کو جوتے مارنے کا اقدام ایک ایسے عراقی کے طور پر کیا جس نے کتنے ہی معصوموں کا خون اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کے درد کو محسوس کیا۔ میں رہا ہو گیا ہوں، لیکن میرا ملک ابھی تک ایک جنگی قیدی کی طرح پابہ زنجیر ہے۔ میرے اس اقدام کے بارے میں بہت سی باتیں کی گئیں۔ میرے بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔ ہیرو اور ہیرو کے اقدام کو زیر بحث لایا گیا۔ اسے ایک علامت اور علامتی اقدام قرار دیا گیا، لیکن میرا مختصر جواب یہ ہے کہ مجھے اس اقدام پر اس ناانصافی نے مجبور کیا جس کا شکار میرے عوام ہوئے۔ میں نے یہ قدم اس لیے اُٹھایا کہ قابضین نے میری دھرتی کو اپنے جوتوں کے نیچے رکھ کر اس کی تذلیل کرنے کی کوشش کی۔ گزشتہ چند سالوں میں قابضین کی گولیوں سے دس لاکھ عراقی شہید ہوئے ہیں اور سرزمین عراق اس وقت پچاس لاکھ یتیم بچوں، دس لاکھ بیواؤں اور ہزاروں زخمی معذوروں سے بھری پڑی ہے۔ لاکھوں لوگ اپنے ہی ملک میں یا بیرون ملک بے گھر ہو گئے ہیں۔

ہم اس ملک کے باشندے تھے جہاں عرب، ترکوں، کردوں، اہل شام و دیگر کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے، جہاں شیعہ سنی ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے، جہاں مسلمان عیسائیوں کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے تھے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمیں دس سال تک پابندیوں کے باعث بھوک اور پیاس ہی نصیب ہوئی۔ صبر اور یکجہتی کی وجہ سے ہمیں یہ زیادتی بھول گئی، لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے مسلط کی گئی اس جنگ نے بھائی کو بھائی سے الگ کر دیا ہے۔ پڑوسی کو پڑوسی سے دور کر دیا ہے۔ اس نے ہمارے گھروں کو جنازہ گاہیں بنا دیا ہے۔

میں ہیرو نہیں ہوں، لیکن میرا ایک نکتہ نظر ہے۔ میرا ایک مؤقف ہے۔ میں نے اپنے ملک کی تذلیل ہوتے دیکھی، بغداد کو جلتے دیکھا، اپنے لوگوں کو مرتے دیکھا تو اسے اپنی تذلیل ہی سمجھا۔ ہزاروں دردناک تصویریں میرے دماغ میں موجود ہیں جو مجھے ٹکراؤ کی راہ کی طرف کھینچتی ہیں۔ ابوغریب کا سانحہ، فلوجہ، نجف اشرف، بصرہ، دیالہ اور موصل کا قتل عام اور میری زخم زخم زمین کا ایک ایک انچ، سب کچھ میرے حافظے میں موجود ہے۔ میں نے اپنی جلتی ہوئی سرزمین پر سفر کیا اور اپنی آنکھوں سے متاثرین کے دکھوں کو دیکھا اور اپنے کانوں سے یتیموں اور بے سہاروں کی چیخ و پکار سنی۔ لہٰذا احساسِ ندامت ایک برے نام کی طرح میرے ذہن سے چپک گیا۔ میرے پاس کوئی طاقت نہیں تھی۔ جیسے ہی میں اپنے اخبار میں رپورٹنگ کی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے فارغ ہوتا تو میرا دھیان تباہ شدہ عراقی گھروں کے ملبے کی طرف چلا جاتا یا اس خون کی طرف منتقل ہو جاتا جس سے میرے کپڑے رنگین ہوئے۔ پس میں اپنے دانت پیستا اور اپنے متاثرین سے عہد کرتا، انتقام کا عہد۔ چنانچہ جب موقع آیا تو میں نے انتقام کا عہد پوری دیانتداری سے پورا کیا۔ ہر اس خون کے قطرے کے بدلے میں، جو ہماری سرزمین پر قبضے کے دوران بہا، ہر اس چیخ کے بدلے میں جو بے سہارا ماؤں کے منہ سے نکلی اور یتیم بچوں کی ہر سسکی کے بدلے میں۔

میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو مجھے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے جو جوتا مارا وہ ہمارے کتنے ٹوٹے ہوئے گھروں میں داخل ہوا تھا؟ اس نے کتنی مرتبہ معصوم متاثرین کے خون کو روندا تھا؟ جب میرے ملک میں تمام اقدار کو پامال کر دیا گیا تو شاید میرا جوتا ہی ان مظالم کا موزوں جواب تھا۔

جب میں نے مجرم جارج بش کے منہ پر جوتا پھینکا تو دراصل میں نے چاہا کہ میں اس کے تمام جھوٹوں کو رد کرنے کا اظہار کروں، اور اس کے ناجائز قبضہ کو رد کروں جو اس نے میرے ملک پر کر رکھا ہے اور اس قتل عام کو رد کرنے کا اظہار کروں جو اس نے میری سرزمین پر میرے لوگوں کا کیا۔ میں دولت کی اس لوٹ مار کو رد کروں جو اس نے میرے ملک میں کی، اس کا حکومتی ڈھانچہ تباہ کر دیا۔ اس دھرتی کے بیٹوں کو اپنی دھرتی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اگر غیر ارادی طور پر میں نے صحافت کے ساتھ کچھ غلط کیا یا حکومتی مشینری کو میری وجہ سے پیشہ ورانہ خفت ہوئی تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔ اس اقدام سے میرا مقصود یہ تھا کہ ایک عام شہری کے احساسات کو زندہ ضمیر کے ساتھ اجاگر کر سکوں، جو ہر روز اپنی دھرتی کی بے حرمتی ہوتے دیکھتا ہے۔ قبضہ کرنے والوں کی سرپرستی میں پیشہ واریت کا رونا رونے کی آواز حب الوطنی کی آواز سے اونچی نہیں ہونی چاہیے۔ جب بات حب الوطنی کی ہو تو پیشہ واریت کو بھی اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ میں نے یہ اقدام اس لیے نہیں کیا کہ میرا نام تاریخ میں محفوظ ہو جائے گا یا مجھے کوئی بھاری مفادات حاصل ہوں گے بلکہ میں نے یہ اقدام اپنے ملک کے دفاع کے لیے کیا ہے۔

☆☆☆

> بش کو جوتے مارنے کے اس اقدام سے میرا مقصود یہ تھا کہ ایک عام شہری کے احساسات کو زندہ ضمیر کے ساتھ اجاگر کر سکوں، جو ہر روز اپنی دھرتی کی بے حرمتی ہوتے دیکھتا ہے

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق شاہد محمود پراچہ اور ملتزم رفیق محمد سجاد خان کے ماموں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و قارئین سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

یہ ایک سجدہ...

ابو کلیم نبی محسن

خالق کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا اور اس کی فطرت میں خیر و شر کی تمیز رکھ دی۔ انسان جو کام بھی کرتا ہے اُس کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں اُس کے اندر بیٹھا ہوا مفتی (ضمیر) فیصلہ دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو آزاد پیدا کیا ہے۔ ہاں جب لوگوں میں خوئے غلامی پیدا ہو جائے تو وہ آزاد رہنے کی بجائے غلامی کا راستہ اپنا لیتے ہیں۔ عالم اسلام کے حکمران بالخصوص پاکستان کے سابق صدر پرویز مشرف، موجودہ حکمران طبقہ، افغانستان کے حامد کرزئی اور دوسرے مسلم ممالک کے حکمران آج اسی طرز غلامی میں ایک دوسرے کو مات دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

کی مسلمان نے ترقی جو فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں

وہ اقوام بہت خوش قسمت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آزادی کی نعمت سے نوازا۔ آزاد قوموں کا اپنا تشخص ہوتا ہے۔ وہ اپنے فیصلے خود کرتی ہیں، غلام قوموں کی طرح دوسروں کی ڈکٹیشن پر نہیں چلتیں۔ مغربی اقوام کو دیکھ لیجئے، وہ اپنا نظام چلانے اور اپنی پالیسیاں وضع کرنے میں دوسروں کی دخل اندازی گوارا نہیں کرتیں۔ اس سے قطع نظر کہ اُن کی تہذیب، نظام اور فکر خام ہے، لیکن جس جمہوریت پر وہ یقین رکھتی ہیں، انہوں نے جو تہذیب اختیار کی ہے، اس کو پھیلانے کے لیے وہ ہر سطح پر کوشاں ہیں۔ اسی تہذیب کو پروان چڑھانے کے لیے انہوں نے عراق کو تہس نہس کیا اور افغانستان کو بارود کا ڈھیر بنا دیا۔

آج مغرب کے ہاں سب سے بڑی گالی ”دہشت گرد“ ہے۔ اور دہشت گرد سے اُن کی مراد وہ مجاہدین ہیں جو اسلام اور آزادی کے لیے امریکہ سے جہاد کر رہے ہیں۔ اس نے میڈیا کے زور پر مسلمان کو دہشت گرد باور کرا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلیبی وصیہونی دنیا میں مسلمان کا نام نفرت اور دہشت کی علامت بن گیا ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ رائے عامہ کے اداروں پر انہی کا کنٹرول ہے۔ الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا اُن کے قبضے میں ہے۔ یہی نہیں، ہم فکری، معاشی، معاشرتی ہر میدان میں آنکھیں بند کر کے مغرب کی اقتدا کر رہے ہیں۔

ڈیڑھ ارب مسلمان زبان سے اللہ کی ذات واحد پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا خالق، مالک اور حاکم ہے، لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی حکمرانی پر مبنی نظام زندگی کو زمین کے کسی بھی خطے پر قائم نہیں کیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس بے وفائی پر ہماری پیشانی پر شکن تک نہیں آتی۔ پورے کرۂ ارض پر خدائی نظام سے بغاوت ہو رہی ہے اور ہم اس بغاوت کا مقابلہ کرنے اور اسلام کے احیاء و بقا کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ہمیں اپنے کاروبار، تجارت، اور ملازمتوں کی فکر ہے۔ غیر اسلامی نظام اور خدا کے نظام سے بغاوت کا نتیجہ ہے کہ آج ہر طرف خوف، پریشانی اور مصیبتوں کی آگ دہک رہی ہے۔ ہر طرف مظلوموں کی چیخیں سنائی دے رہی ہے اور خدا کی زمین فساد سے بھر چکی ہے۔ اگرچہ مغرب نے حیران کن ترقی کی ہے، لیکن یہ ترقی یک رخی ہے۔ یہ صرف مادی ترقی ہے۔ اُس نے انسان کے لیے مادی سہولیات تو پیدا کر دی ہیں، لیکن دوسری جانب اُسے شرف انسانیت سے محروم کر دیا ہے۔ انسان کو اس کے مقام رفیع سے گرا کر درندوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ مغربی نظام، تہذیب اور تمدن نے انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔ مسلم خطوں پر بے پناہ مظالم کے انسانیت سوز مظاہرے کیا اس بات کا کافی ثبوت نہیں؟ ہاں اُس کے لیے دیدۂ بینا اور دل بیدار ہونا چاہیے۔

مغربی نظام، تہذیب اور تمدن نے انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔ مسلم خطوں پر بے پناہ مظالم کے انسانیت سوز مظاہرے کیا اس بات کا کافی ثبوت نہیں؟ ہاں اُس کے لیے دیدۂ بینا اور دل بیدار ہونا چاہیے

ہم اللہ کے قہر و غضب میں اسی لیے مبتلا ہیں کہ ہم نے اللہ کے اتارے ہوئے نظام کے بجائے مغرب کے دجالی نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ لہٰذا اسی کی سزا کے طور پر اللہ کے دشمن ہمارے اوپر مسلط ہو گئے ہیں۔ ہم اللہ کے خوف سے بے نیاز ہوئے تو امریکہ کا خوف اور دہشت ہم پر طاری ہو گئی۔ اسی لیے تو ہمارے حکمران امریکہ کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم نے ایمانی حقائق کو چھوڑ کر مادی حقائق پر نگاہیں مرکوز کر لی ہیں۔ ہماری غلامی اور ذلت و رسوائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ مسلم حکمران امریکہ کو مطلوب کسی بھی شخص کو پکڑ کر امریکی آقاؤں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ امریکہ کی خوشنودی کے لیے نہ صرف اپنے بیٹوں بلکہ بیٹیوں کا بھی سودا کر دیتے ہیں۔ کہاں ہماری وہ درخشندہ تاریخ کہ ایک مسلمان نوجوان اپنی ایک بہن کی فریاد پر لبیک کہتے ہوئے ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا اور راجہ داہر اور اُس کے گماشتوں کو شکست فاش دیتا تھا، اور کہاں آج کے مسلم حکمرانوں کی بے حمیتی کہ اپنی بیٹی عافیہ صدیقی کو خود پکڑوا کر امریکہ کے حوالے کر دیا۔ آج پھر مسلمان بہنیں فاطمہ ابو غریب سے، عافیہ صدیقی امریکی عقوبت خانے سے اور مروا شیربینی کی روح جرمنی سے کسی ابن قاسم کو پکار رہی ہے، مگر افسوس کہ مسلمانوں پر بے غیرتی و بے حمیتی کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ آج ہم میں کوئی ابن قاسم پیدا نہیں ہوتا۔

فاطمہ اور عافیہ کا قصور کیا ہے؟ صرف یہی نا کہ وہ اسلام سے حقیقی لگاؤ رکھتی ہیں۔ وہ اللہ کی شریعت کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتی ہیں۔ مروا شیربینی کو صرف اس ”جرم“ کی بنا پر ایک صلیبی انتہا پسند نے شہید کر دیا کہ اس نے اسکارف اوڑھا ہوا تھا۔ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق

حجاب کیا کرتی تھی۔ ایک طرف مغرب کا یہ متعصبانہ چہرہ ہے، وہ اسلامی شعائر کی بے حرمتی کرتے ہیں، اسلام کا تمسخر اڑاتے ہیں، ہمارے نبیؐ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، پردہ دار خواتین کی بے حرمتی کرتے ہیں، اسلام، اسلامی تہذیب و ثقافت کی راہ روکتے ہیں۔ دوسری جانب ہمارا حال یہ ہے کہ انہی کی ثقافت، انہی کے نظام، انہی کی اقدار کو اپنا رہے ہیں۔ ہم اپنی اسلامی ثقافت اور اللہ کے احکام کو چھوڑ کر مغربی لباس اور بے حجابی کے کلچر کو عام کر رہے ہیں اور عریانی فحاشی کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہماری وضع قطع نصاریٰ جیسی اور تمدن ہنود کا سا ہے۔ خدایا! مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو کیا ہوگیا ہے۔ آج ہم سب کچھ دیکھتے ہوئے اور جانتے بوجھتے غیروں کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ یاد رکھیے، ہماری ذلت و رسوائی سے نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ طوقِ غلامی کو ترک کرکے اللہ کی وفاداری کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیں اسی وقت حاصل ہوگی جب امریکی غلامی کا قلادہ ہم اپنی گردن سے اتار کر اللہ کی غلامی کا پٹہ اپنے گردن میں ڈال دیں گے۔ یہ کام ہمیں گراں محسوس ہوتا ہے، لیکن کرنے کا کام یہی ہے۔

> غیر اسلامی نظام اور خدا کے نظام سے بغاوت کا نتیجہ ہے کہ آج ہر طرف خوف، پریشانی اور مصیبتوں کی آگ دہک رہی ہے۔ ہر طرف مظلوموں کی چیخیں سنائی دے رہی ہے اور خدا کی زمین فساد سے بھر چکی ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

☆☆☆

درد دل

خدارا، اب بس کرو!

حافظ زوہیب طیب

میں اپنی سوچوں کو اکٹھا کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں...... میرا بہت کچھ لکھنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن نہ جانے کیوں آج لکھتے ہوئے ہاتھ کپکپا رہے ہیں اور سوچ مزید منتشر ہوتی جا رہی ہے کہ اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے ہوئے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں چند سطروں میں ان تمام سیاہ اور بھیانک دنوں کا حساب کہاں لگا سکتا ہوں جنہوں نے ہمارے وجود کو ریزہ ریزہ کردیا اور جانے کیوں ہم اپنی ہی سرزمین پر، اپنے ہی علاقے میں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں؟...... ہم جس زمین پر بستے ہیں، نہ جانے اس کے چاروں طرف بے بسی کی گہری کھائیاں کیوں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ہم جن ہواؤں میں سانس لے رہے ہیں ان میں ہمارے پیاروں کے خون کی بو کیوں رچی ہوئی ہے۔ جانے کیوں ہمارے دن ہماری قبریں کھودتے ہیں اور ہماری راتیں سیاہ چادروں سے ہمیں کفن دیتی ہیں۔ ان تمام بھیانک راتوں اور ہولناک سویروں کو چند سطروں میں لکھنا ناممکن سا لگ رہا ہے۔ لیکن میں ان ہم وطنوں کی بات کر رہا ہوں جو اس وقت ایک قیامت سے گزر رہے ہیں اور ظلم وبربریت کی چکی میں پس رہے ہیں اور جن لوگوں کی وجہ سے ملک میں یہ آگ وخون کا سلسلہ جاری ہے اور جو اصل مجرم ہیں وہ کھلے عام دندناتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اب تو یہ صورتحال ہو چکی ہے کہ اس ارض پاک میں اس کا نام "پاکستان" لینے پر ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔ جی ہاں! میں بات کر رہا ہوں وزیرستان کی جہاں پر امریکہ اور اس کے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے اور صرف چند ڈالروں اور ٹکوں کی خاطر معصوم اور بے گناہ شہریوں کے ہنستے بستے گھروں کو نیست ونابود کیا جا رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں پورے ملک کو ہی میدان جنگ بنا دیا گیا ہے۔ صرف جنوبی وزیرستان میں آپریشن کا جواز فراہم کرنے کے لیے بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' اور بدنام زمانہ 'بلیک واٹر' کے ایجنٹوں کے ذریعے پورے ملک میں خودکش دھماکوں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے، جس کے خوف نے پورے ملک کے شہریوں کو گھروں میں محصور کردیا ہے۔ اس علاقے میں امریکہ اور اس کے حواری مشرقی پاکستان سے بڑا فراڈ کرنے جا رہے ہیں اور ہم سب چپ سادھے تماشا گروں کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف آپریشن کے ابتدائی تین دنوں میں ایک لاکھ سے زائد پناہ گزین ٹانک، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے ہیں۔ ان پناہ گزینوں کے لیے حکومت کی طرف سے تب تک کوئی امدادی کیمپ قائم نہیں کیا گیا۔ بزرگ مرد، عورتیں اور معصوم بچے چھ دن کے مشکل ترین سفر کے بعد پیدل اپنے خاندان کے ساتھ ڈیرہ اسماعیل پہنچے۔ وہ سب یہی شکوہ کرتے نظر آئے کہ حکومت کو عام لوگوں کی کوئی فکر نہیں ہے۔ کیمپوں کے اندر موجود لوگوں نے بتایا کہ سفر کے دوران ان کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہ تھا اور ڈیرہ اسماعیل پہنچنے پر حکومت نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ انہوں نے الزام لگایا کہ راستے میں پولیس اہلکار انہیں راستہ دینے کے لیے ان سے رشوت مانگتے تھے۔ وہاں پر موجود لوگوں نے مزید بتایا کہ سفر کے دوران جیٹ طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں سے بھی بمباری ہوتی رہی، جس کے نتیجے میں ہمارے کئی لوگ ہلاک ہوگئے ہیں۔

قارئین! مجھے یہ سوچ بے کل کیے دے رہی ہے کہ غیروں کی خاطر ہمارے اپنے ہی جوان اور ہمارا اپنا ہی سازو سامان جو ہم نے اپنا خون جگر دے کر اپنے دشمنوں کے لیے اکٹھا کیا، اس سے ہماری اپنی ہی زمین لہو رنگ اور ہماری اپنی فضائیں مسموم ہو رہی ہیں۔ ایف-16 دشمن کو نشانہ بنانے کی بجائے اپنوں ہی کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ اپنی ہی بستیوں پر بم برسا رہے ہیں۔ اپنی زمین کے سینے ادھیڑ رہے ہیں اور جو ٹینک، توپیں اور گن شپ کسی سرحد پر استعمال ہونے تھے، وہ اپنی پاک سرزمین کے پہاڑوں، وادیوں اور میدانوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔ ہم کیوں نہیں سمجھ پا رہے کہ یہ لہو کی پھیلتی ہوئی جنگ کسی بڑی قیامت کا پیش خیمہ ثابت ہونے جا رہی ہے۔ خدارا! اب ختم کرو اس لہو کی پھیلتی ہوئی آگ کو۔ خدارا! اپنے دشمن کی سازش کو سمجھو!

اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو

محمد شفیق

پاکستان کے نچلے اور محکوم طبقات سے تعلق رکھنے والے سادہ لوح عوام کو یہ بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہمارے دیس میں تمام تر معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور توانائی کے بحرانوں اور دیگر متفرق مسائل مثلاً غربت، پسماندگی، مہنگائی، افراط زر، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، لاقانونیت، کرپشن، سفارش، نا انصافی، وی آئی پی کلچر، بے حیائی و فحاشی اور فتنہ و فساد وغیرہ کی بنیادی وجہ بانیان پاکستان کی رحلت کے بعد اسلام سے نابلد اور حب الوطنی کے جذبات سے عاری اور قول و فعل کے تضاد کا شکار جاگیرداروں اور وڈیروں کا ملک پر قابض ہو جانا ہے۔ یہ اقتدار مافیا آکاس بیل کی طرح پچھلے 60 سالوں سے ملک پر مسلط چلا آتا ہے بلکہ دیمک کی طرح اسے چاٹ بھی رہا ہے۔

ستم ظریفی کا یہ عالم ہے کہ بیرونی قرضوں، خیراتی امدادوں اور غریبوں کے خون پسینے کی محنت کی کمائی اور ٹیکسوں سے حاصل ہونے والے قومی سرمائے کو ارباب اختیار کے بے پناہ مشاہروں، شاہی مراعات، شاہ خرچیوں اور عیش و عشرت پر پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے جس کی قیمت ظاہر ہے، غرباء ہی کو ہوش ربا مہنگائی اور مختلف بحرانوں کی صورت میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ دوسری طرف بڑی بڑی عالیشان کوٹھیوں میں رہنے اور پجارو گاڑیوں میں گھومنے والے، فقر و فاقہ سے بے نیاز سیاسی مداری غریبوں کی ہمدردیاں کیش کرنے کے لیے بڑی خوبصورت لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ وہ اپنی تقاریر اور بحث مباحثوں میں غربت، مہنگائی اور بے روزگاری جیسے مسائل کا ذکر اس ماہرانہ انداز سے کرتے ہیں کہ عوام بوجہ جہالت اور کسمپرسی ان ظالمین کے دام فریب میں پھنس کر بار بار انہیں ووٹ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا اُن کے ووٹ خرید لئے جاتے ہیں۔ افسوس، مختلف فرقوں میں بٹے ہمارے دینی قائدین بھی اپنے اصل منصب اسلامائزیشن اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجائے مغربی سرمایہ دارانہ بے خدا جمہوریت اور فتنہ و فساد پر مبنی نظام کی چھتری تلے اقتدار اور شہرت کی رنگینیوں میں کھو گئے۔

الغرض یہ سب لوگ ملک و ملت کے مفاد کو پس پشت ڈالے صرف اقتدار، دھن، دولت کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو چور، جھوٹا اور لوٹا کہنے والے درحقیقت اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ ان کا آج تک کسی نے بھی کڑا احتساب کیا، نہ ایران، سعودی عرب اور چین کی طرز پر انہیں کسی نے سرعام سولی پر لٹکایا۔ چنانچہ یہ چند مخصوص سرمایہ دار موروثی خاندان اور ان کی آل اولاد روپ بہروپ بدل کر بار بار آتے رہے اور بستر مرگ پر پڑی مادر وطن کا گوشت نوچتے رہے اور غریب عوام صرف نعرے اور تالیاں ہی بجاتے رہے۔ مقام حیرت ہے کہ جمہوریت کے نام نہاد علمبردار ساری عمر قانون، آئین اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا پرفریب راگ الاپتے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا اپنا طرز عمل قانون و آئین کی نفی کرتا رہا۔ ''مقدس'' پارلیمنٹ کا یہ حال ہے کہ یہ ہمیشہ وائٹ کالرز کی تفریح طبع کے لیے جدید سہولیات سے آراستہ "Debating Club" بنی رہی، جس پر قومی خزانوں سے صرف یومیہ لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان بدلا، نہ غریب کا مقدر۔ یہ صورتحال اس بات کی عکاس ہے کہ سیاسی لٹیرے صرف اپنی بقاء کی جنگ لڑتے رہے اور عوام کو بیوقوف بنایا جاتا رہا۔ خدا گواہ ہے کہ غریب عوام اپنے مسائل و مصائب کے علاوہ مسلسل طوائف الملوکی اور سیاسی لوٹ مار سے سخت بیزار و مشتعل ہو چکے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں سیاستدان تادمِ مرگ سیاست سے چمٹے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کی بقاء، شہرت اور دولت کا معاملہ ہے ورنہ سچ پوچھیں تو ان چہروں کو بار بار دیکھ کر اب کراہت سی محسوس ہوتی ہے۔ جیسا امام ویسی ہی جماعت کے مصداق ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ فاسد نظام اور صالح قیادت کے فقدان سے قومی سطح پر بدترین سرکشی اور بگاڑ پیدا ہوا، جس سے بالآخر ایک مکمل مادر پدر آزاد معاشرہ وجود میں آیا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ پاک وطن دنیا کی تمام تر حکمتہ غیر قانونی سرگرمیوں کی محفوظ ترین آماجگاہ بن گیا۔ کہیں حکومت نام کی کوئی چیز ہے، نہ قانون کا تصور۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے ہی ملک کو بڑی بے رحمی سے لوٹ رہا ہے لیکن ہماری قیادتوں کو شرم آتی ہے نہ قوم کو ندامت۔ ہم بڑی ڈھٹائی سے ''ہم زندہ قوم ہیں، پائندہ قوم ہیں'' کے راگ الاپ رہے ہیں۔ میں اپنی بکھری بھٹکی قوم کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ جمہوری نظام ہمارے مسائل کبھی حل نہیں کر سکتا۔ مسائل کا حل صرف اسلامی نظام میں ہے۔ ہمارا المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں جہالت، ناخواندگی، بے اتفاقی، بے ایمانی کا راج ہے اور ملک پر جاگیرداروں موروثی سیاسی مداریوں کا مستقل تسلط ہے۔ مفکر پاکستان نے نام نہاد جمہوریت کے بارے میں کیا خوب فرمایا ۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو
کہ از دو صد مغز خر فکرے انسانی نمی آید

آئے روز سیاست کی آڑ میں جائز و ناجائز مطالبات کے حق میں مظاہروں، احتجاج، ٹائر جلانے، روڈ بلاک کرنے، ہڑتالوں، قومی و نجی املاک و تنصیبات کی توڑ پھوڑ، قتل و غارت، جلسے جلوسوں، مار دھاڑ، زندہ باد مردہ باد، میڈیا والوں کی چٹ پٹی شہ سرخیوں اور سنسنی خیزیوں اور لاحاصل ٹی وی ٹاک شوز وغیرہ سے آج تک کچھ حاصل ہوا، نہ آئندہ ہوگا، بلکہ یہ چیزیں وطن عزیز کی تباہی و بربادی اور بدنامی میں اضافے کے علاوہ مخلوق خدا کو کرب و اذیت میں مبتلا کرنے کے مترادف ہیں۔ ہمیں اگر فی الواقع سیاسی قزاقوں کے ہاتھوں پیدا کردہ بحرانوں سے پاک ایک حقیقی فلاحی اسلامی مملکت کی تڑپ ہے، جہاں امن و سکون، خوشحالی، مساوات، سستا فوری اور عبرت ناک انصاف و سزا ہو، ذمہ دار میڈیا اور اسلامی اقدار پر عمل پیرا معاشرہ ہو تو اس کے لیے ہمیں اسلامی انقلاب برپا کرنا ہوگا۔ ہمارے ہم عصر ایرانیوں نے انقلاب برپا کیا اور اس سے پہلے فرانس میں انقلاب آیا۔ آج ہم انقلاب کیوں نہیں لا سکتے۔ ہمیں ان موروثی چہروں اور سرمایہ دارانہ نظام کو ہمیشہ کے لیے دفن کرنا پڑے گا، ورنہ ہم یونہی خدا کے قہر و عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بیشک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے''۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے بھی ہمیں یہی صدا دی ہے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو

قرآن بلا تجوید

قاری بزرگ شاہ الازہری
مرسلہ: سید مزمل حسین

پنجگانہ نمازوں میں ''اللہ اکبر'' کا جملہ ہر نمازی یومیہ 428 مرتبہ پڑھتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ وہ اسے ہر بار غلط پڑھتا ہے۔ کیونکہ اسے قطعی طور پر معلوم نہیں کہ اس جملہ میں موجود لام اسم جلالہ کب پُر پڑھا جاتا ہے اور کب باریک پڑھا جاتا ہے؟ حرف ''را'' کو باریک پڑھنے کے کیا قوانین ہیں؟ اس طرح ہم اپنے پیدا کرنے والے کا اسم ذات ''اللہ'' صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں لیتے۔ اپنے نبی ﷺ کا اسم گرامی ''محمدؐ'' صحیح ادا نہیں کر سکتے۔ ہم مسلمان ہونے کے حوالے سے برکت کے لئے اپنے نجی کاموں، سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات، ریڈیو، ٹی وی کے پروگراموں اور طیاروں کی پروازوں اور دیگر کاموں کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرتے ہیں مگر ہمارا 'بسم اللہ' کا تلفظ غلط ہوتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم غلط ادائیگی سے بسم اللہ شریف کا صوتی حلیہ بگاڑ کر برکت حاصل کرتے ہیں یا بے برکتی خرید لیتے ہیں۔ دین اسلام سے ''ہماری محبت'' کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنی نمازوں میں سبحانك اللهم، الحمد شریف، سورۃ اخلاص، تشہد، درود شریف اور کلمۂ طیبہ، صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہی انہیں سیکھنے اور درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں قرآن سے حد درجہ بے اعتنائی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بچوں کو ٹیوشن کے طور پر معاشیات، نفسیات، ریاضی، بیالوجی، کیمسٹری اور دوسرے بہت سے مضامین پڑھانے کے لئے لائق ترین معلم کا انتخاب کرتے ہیں اور ہر مضمون کی بھاری فیس ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نگرانی بھی کرتے رہتے ہیں کہ کیا پڑھنے والے اور پڑھانے والے دونوں صحیح طور پر چل رہے ہیں؟ لیکن قرآن پڑھانے کے نام پر تجوید سے ناواقف، ان پڑھ مرد یا عورت کو بطور ٹیوٹر گھر بلا کر اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنے بچوں کو قرآن پڑھایا اور قرآن کا حق ادا کر دیا۔ جبکہ ہمیں معلوم نہیں کہ قرآن کیسے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ قوم کے بچے جن سے قرآن پڑھنا سیکھتے ہیں وہ خود قرآن صحیح پڑھنے کی استعداد نہیں رکھتے اور نہ ہی قرآن پڑھانے والوں کی صحت لفظی جانچنے کا کوئی نظام موجود ہے، اس طرح پوری قوم قرآن پڑھنے کے معاملے میں ان پڑھ اور نیم پختہ اساتذہ کی شاگرد بن کر رہ گئی ہے۔ ہمیں اندازہ ہونا چاہئے کہ قرآن بغیر تجوید کے پڑھا ہوا حرام یا مکروہ ہو سکتا ہے۔ اگر لحن جلی کا ارتکاب ہو رہا ہو تو حرام اور اگر لحن خفی کا ارتکاب کیا جا رہا ہو تو وہ مکروہ ہے۔ لحن جلی سے مراد ایسی غلطی ہے کہ الفاظ کے معنی بگڑ کر اللہ تعالیٰ کے مراد معنی کے خلاف ہو رہے ہوں۔ ایسے پڑھنے سے نمازیں فاسد ہو سکتی ہیں، کلمۂ کفر زبان سے نکل سکتا ہے۔ قرآن غلط پڑھنے والا خدا کے ہاں خطا کار اور گنہگار قرار دیا جا سکتا ہے۔ قرآن کے بہت سے پڑھنے والے ایسے ہیں کہ غلط پڑھنے کی بنا پر قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ قرآن اور نماز اپنے غلط پڑھنے والوں کو بددعا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ جس طرح اس نے ہمیں برباد کیا تو بھی اسے برباد کر۔ یہ سب کچھ تجوید سے ناواقفیت اور غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ سوچئے، تجوید اتنے بنیادی اہمیت کے حامل علم کے باوجود اس علم کے قوانین کو عام معلومات کا درجہ کیوں نہیں دیا گیا؟ قوم نے اسے دین میں ایک زائد چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے اور قوم اتنی اہمیت والے علم سے یکسر بے خبر ہے۔ ملک و قوم اور علم کے سرپرستوں کی بے توجہی کے باعث یہ علم اس قدر مظلوم اور معدوم ہو گیا ہے کہ نہ صرف پاکستانی قوم اس سے بے خبر ہے بلکہ اس کے وجود اور نام تک سے بھی واقف نہیں ہے۔

ذمہ دار کون؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذمہ دار اور سرپرست کسے سمجھا جائے؟ سرپرست اور ذمہ دار کسی ایک طبقے کو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ سرپرستوں اور ذمہ داروں میں بچوں کے والدین شامل ہیں۔ اُن میں اس ملک کے وہ حکام شامل ہیں جن کے ہاتھوں میں ملک اور قوم کی باگ ڈور رہی ہے۔ ذمہ داروں میں نظام تعلیم اور وزارت تعلیم کے سربراہان اور ماہرین تعلیم شامل ہیں جو تعلیم کے لئے نصاب وضع کرتے رہے ہیں اور ذمہ داروں میں ریڈیو ٹی وی، اوقاف، مسلح افواج کے سربراہان، یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، کالجوں کے پرنسپل، سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور علوم دینیہ کے مہتممین بھی شامل ہیں۔ دنیا میں مروّج جملہ علوم کے ادارے ہمارے ملک میں موجود ہیں جن سے حکومت تعاون اور ان کی سرپرستی کرتی ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علم تجوید کے فروغ، نشر و اشاعت اور احیاء کا کوئی بھی ایسا ادارہ ملک کے طول و عرض میں موجود نہیں، جس کو حکومت کا تعاون اور اُس کی سرپرستی حاصل ہو۔ یہی وجوہ ہیں جن کی بناء پر بدقسمتی سے ہمارے ملک کے 95 فیصد مسلمان نہ صرف صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے سے قاصر ہیں بلکہ اصلاح کی فکر بھی مفقود ہے۔

"This and That"

ذرا غور کیجئے، انگلش میڈیم سکول کے پرائمری کلاس کے بچے کے سامنے اگر کوئی شخص انگریزی لفظ this کی فنی اور صوتی ادائیگی کو لفظ Thanks اور Thought وغیرہ پر قیاس کر کے لفظ This کو تھس اور لفظ That کو تھیٹ پڑھے تو نہ صرف اس سکول کا استاد اسے غلط قرار دے گا بلکہ وہ بچہ بھی اس کو ان پڑھ اور جاہل سمجھے گا اور کہے گا کہ جناب لفظ This کا صحیح تلفظ دِس ہے تھس نہیں اور لفظ دھیٹ ہے تھیٹ نہیں، لیکن قرآن کے الفاظ کو جتنا کوئی بگاڑ دے، کوئی پوچھنے والا ہی نہیں، ٹوکنے والا بھی نہیں۔ ٹوکے گا کون؟ کیونکہ قرآن پڑھنے کے معاملے میں پوری قوم ایک ایسی کشتی پر سوار ہے جس میں سوراخ کر دیا گیا ہو اور جس کی غرقابی یقینی ہوتی ہے۔ غلط انداز میں پڑھے ہوئے قرآن سے نمازیں اکارت جا رہی ہیں۔ الفاظ کے تراجم و مفاہیم متغیر ہو کر حق تعالیٰ کے مراد اور مطلوب مفاہیم کے خلاف ہو رہے ہیں۔ کھاتے میں ثواب کی بجائے گناہ لکھے جا رہے ہیں لیکن صرف نقصان کا عدم احساس ہی نہیں بلکہ احساس زیاں بھی نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عام سطح سے آگے بڑھیں تو اس ملک کے خواص یعنی علم و دانش رکھنے والے اصحاب، پروفیسر، ڈاکٹر، ادیب، لیکچرار، صحافی، پرنسپل، وائس چانسلر، مختلف شعبہ ہائے دینی کے شیوخ، پرائیویٹ دینی اداروں کے مہتممین نیز مشائخ، پیر، پیشوا اور علامہ جیسے القابات سے ملقب حضرات بھی اسی خواب غفلت میں پڑے نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں عظمت تجوید قرآن بحال کرنا اور عملی جامہ پہنانا حکومت کا بھی فرض ہے اور عوام و خواص کا بھی۔

☆☆☆

جہاد سے کروسیڈ تک کا سفر

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

بش دوم جن کی تقاریر عہد نامہ جدید (Gospel) کے مذہبی گیتوں سے مزین اور عہد نامہ قدیم (بائبل) کے حوالوں سے آراستہ ہوتی ہیں اور جو وہائٹ ہاؤس میں بائبل کے مطالعہ کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں، کے زیر اقتدار ریاست ہائے متحدہ امریکہ 21 ویں صدی کے کروسیڈ پر پوری انہماک کے ساتھ عمل پیرا ہے، تاکہ دنیا کو امریکہ کے لیے سازگار بنایا جاسکے۔

امریکہ آج جس چیز کو دہشت گردی کے نام سے پکارتا ہے، اس کے نزدیک کل یہ بعینہٖ جہاد تھا، جب سوویت یونین نے اسی ملک پر حملہ آور ہو کر قبضہ جمانے کی کوشش کی تھی جس پر آج امریکہ نے بزور قبضہ کر رکھا ہے۔ جن عناصر کو آج سی آئی اے کے حکام رشوتیں دے دے کر طالبان کے خلاف استعمال کرتے ہیں یہی لوگ ان کے نزدیک اس وقت مجاہدین تھے۔ جبکہ آج امریکہ قبضہ کے خلاف ہر قسم کی مزاحمت کو دہشت گردی کا نام دیا جارہا ہے۔ افغانستان میں 1979 تا 1989 تک کمیونسٹوں کے خلاف جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے دشمن سمجھے جاتے تھے جنگ کو مسلمانوں کا مقدس جہاد سمجھا جاتا تھا۔ 11 ستمبر سے پہیہ کا پورا چکر کاٹنے کے بعد اب یہ جنگ مسلمانوں کے خلاف جو امریکہ کے دشمن سمجھے جاتے ہیں اور جو بیرونی قبضہ کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں "عیسائی مقدس جہاد" میں تبدیل ہو چکی ہے۔ بش انتظامیہ نے موجودہ جنگ کو "لامتناہی انصاف" کے نام سے موسوم کر کے اس جنگ کو پورے طور پر مذہبی جنگ کی حیثیت دے رکھی ہے۔ بش کے اس اقول کو جواز مہیا کرنے کی خاطر "خود حفاظتی" کے اصول کو بہانہ بنایا گیا ہے، جس میں مجبوراً کسی دوسرے کی طرف سے مسلط کردہ جنگ کے خلاف اُٹھ کر اقدام کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا 9/11 کے حملوں کو اس مبنی برانصاف اور ناگزیر جنگ کے لیے بنیادی محرکات میں سے گردانا گیا۔ اس جنگ سے مثبت طور پر بحالی واستحکام امن کبھی بھی اصل مقصد نہیں رہا، بلکہ اس سے یہ مسلسل ڈھنڈورا پٹوانا مطلوب ہے کہ اسلام ایک "جارحیت پسند اور عسکریت پسند" مذہب ہے۔ روسالینڈ مورس کولمبیا یونیورسٹی کی ایک پروفیسر ہیں وہ اپنے ایک مقالہ "Question of war" میں لکھتی ہیں: "دراصل معاملہ جو قابل حذر ہے یہ ہے کہ یہ عام جنگ نہیں بلکہ ایک مذہبی مقدس جنگ یعنی 'جہاد' ہے۔ امریکہ اس جنگ کو ناگزیر اور مبنی برانصاف اس وجہ سے سمجھتا ہے کہ یہ جنگ ایک قومی ریاست کے تصور کے خلاف جنگ ہے اور جن لوگوں نے اسے امریکہ پر مسلط کر رکھا ہے وہ قومیت پر یقین نہیں رکھتے، لہٰذا امریکہ کے لیے کوئی دوسرا متبادل نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ جنگ صرف اس سے شروع نہیں ہوئی کہ امریکہ پر حملہ ہوا، بلکہ دراصل اسے قومیت (Nationalism) کے اصول پر حملہ تصور کیا گیا ہے جس کے متعلق امریکہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کا ایک مثالی نمونہ ہے۔"

> **جوئے سٹیفن واضح کرتا ہے کہ امریکی ادارے نوے کی دہائی میں مسلم دُنیا میں سکولوں کے نصابات میں سے جہادی تصور کو مٹانے کی موجودہ کوششوں کے بالکل برعکس جہاد پر مبنی تعلیمات سے بھرپور درسی کتب کو ترقی دے رہے تھے**

سیکولرائزیشن کے نمائشی چہرے کے متعلق مورس رقم طراز ہے کہ "سیکولرازم ایک ایسا پردہ ہے جس کے پیچھے ایک نئی مذہبی جنگ لڑی جارہی ہے۔ درحقیقت اس کے ذریعہ سے پروٹسٹنٹ عیسائیت کو غیر جانبداری کا لبادہ پہنا کر اسے عالمی حیثیت دینے کی کوشش کی جارہی ہے"۔ ویسے عیسائیت کی مقدس جنگ (مذہبی جنگ) کبھی بھی اختتام پذیر نہیں ہوئی۔ یہ چرچ ہی کی حمایت تھی جس سے کروسیڈ کے ذریعے نوآبادیاتی نظام قائم کیا گیا۔ انٹیلی جنس لاء انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر سٹیون ٹی نیوکومب کے مطابق، پوپ الیگزینڈر چہارم نے 4 مئی 1493ء کو جو انٹرکیرا پاپائی ڈاکومنٹ کولمبس کے کیریبین کی طرف سفر کے معاً بعد جاری کیا تھا، اس میں اس دلی خواہش کا اظہار موجود تھا کہ "تمام وحشی اقوام کو زیر تسلط لا کر ان کو عیسائی عقیدہ کا قلادہ پہنایا جائے، تاکہ عیسائی امپائر کی تیزی کے ساتھ توسیع ہو سکے"۔ اس سے پہلے کے "کروسیڈر ڈاکومنٹس" میں یہ بات مؤکد کی گئی تھی کہ افریقیوں کو دائمی غلامی میں جکڑنے کے لیے انہیں فتح کر کے جبراً غلام بنایا جائے اور ان کی کل جائیداد اور سازوسامان کو ضبط کیا جائے۔

9/11 کے بعد کروسیڈ ایک نئی شکل میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ 21 اگست 2005ء کو جرمنی میں مسلم رہنماؤں سے خطاب کے موقع پر پوپ Benedict نے جو کچھ کہا وہ کسی بھی پہلو سے پائس دوم (Pius ii) کے اس پاپائی ڈاکومنٹس سے کم نہ تھا جس میں مؤخر الذکر کرنے بہت جلد شروع ہونے والے کروسیڈ کا اس وقت اعلان کیا تھا، جب وہ 1458ء میں سینٹ پیٹر کے تخت پر متمکن ہوا تھا۔ اس کے لیے بہت مضبوط وجوہات موجود ہیں۔ ان اسباب کو سمجھنے کے لیے ہمیں امریکی قیادت میں ہونے والے "جہاد" پر ایک نگاہ بازگشت ڈالنا ہوگی جس جہاد نے افغانستان میں 21 ویں صدی کے کروسیڈ کی شکل اختیار کی ہے۔

امریکہ کے پاس افغانستان میں مہم جوئی کے لیے طالبان کے مبینہ جرائم کے کوئی ثبوت نہیں تھے۔ اس کے مقابلے میں سابقہ سوویت یونین کے پاس اپنی مہم جوئی کے جواز کے لیے پھر بھی کچھ نہ کچھ ثبوت میسر تھے۔ افغانستان کی تقریباً ایک ہزار میل لمبی سرحد سوویت یونین کی وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کے ساتھ مشترک ہے جہاں تاجک ازبک اور ترکمان قبیلے رہتے ہیں، جو افغانستان میں بھی ہیں۔ 1978ء میں سرحد سے سوویت یونین کی طرف واقع دوشنبے شہر میں تاجک قبیلہ نے روسیوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ 1979ء کے آواخر میں ایرانی انقلاب سے ماسکو نے ایک زلزلے کی سی کیفیت محسوس کی، جب تہران کے امریکی سفارت خانے میں

امریکیوں کو یرغمال بنایا گیا۔ اس سے سوویت سرحد سے چند سو میل دور ایران میں امریکی فوجی کارروائی کے امکانات بڑھ گئے۔ اسی وقت سی آئی اے نے افغانستان میں مختلف دھڑوں میں فنڈز اور ہتھیار تقسیم کرنا شروع کردیا تھا۔ ایک فرانسیسی جریدے "Le Nouvel observateur" کے ساتھ انٹرویو میں سابق سیکورٹی ایڈوائزر بگنیو بزرنسکی نے حیران کن بیانات دیے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے: ''سرکاری حوالہ جات کے مطابق مجاہدین کے لیے سی آئی اے کی امداد 1980ء میں افغانستان پر 24 دسمبر 1979ء کے سوویت حملہ کے بعد شروع ہوئی۔ تاہم خفیہ ذرائع سے دستیاب معلومات ایک بالکل دوسری حقیقت کی نشاندہی کررہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جولائی 1978ء کو صدر کارٹر نے وہ پہلا حکم نامہ جاری کیا تھا جس کی رو سے سوویت یونین کی حامی افغان حکومت کے مخالفین کو خفیہ امداد مہیا کرنی تھی، اور اسی دن میں نے صدر کو ایک نوٹ لکھا، جس میں میں نے انھیں بتایا کہ میری رائے میں یہ امداد سوویت فوجی کارروائی کے لیے راہ ہموار کرے گی۔ ہم نے روسیوں کو افغانستان میں مسلح مداخلت کے لیے (براہ راست) نہیں اکسایا، لیکن ہم نے جانتے بوجھتے ایسا ہونے کا امکان بڑھایا۔''

اس سے پہلے سی آئی اے کے سابق ڈائریکٹر رابرٹ گیٹس نے اپنی یاداشتوں "From the Shadows" میں لکھا ہے: ''امریکی انٹیلی جنس سروسز نے سوویت حملہ سے چھ مہینے قبل افغانستان میں مجاہدین کی امداد شروع کردی تھی''۔ سلامتی کے نکتہ نظر سے یہ تمام کارروائیاں سوویت یونین کے لیے زیادہ خطرناک تھیں، بمقابلہ 9/11 والے جھوٹ اور مکر کے، جسے امریکہ نے افغانستان پر قبضہ جمانے کا بہانہ بنادیا۔

موجودہ حالات میں اگر کوئی شخص افغانستان پر امریکی ناجائز قبضہ کے خلاف ایک لفظ بھی بولنے کی جرأت کرتا ہے تو اس پر فوری طور پر یہ لیبل لگادیا جاتا ہے کہ یہ شخص دہشت گردی کو ہوا دیتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس سوویت قبضہ کے دوران کارٹر نے غصہ کے ساتھ افغانستان میں روس کی موجودگی کو ''توسیع پسندی'' قرار دے کر اس کی مذمت کی۔ اس نے سینٹ میں منظوری کے لیے پیش کردہ سالٹ 2 معاہدہ کے متعلق بل کو واپس کیا اور ماسکو اولمپکس کے بائیکاٹ کا اعلان کرکے بہت بڑی فوجی تیاری شروع کردی، جس میں وہ سریع الحرکت یونٹس بھی شامل کرلئے جو بنیادی طور پر خلیج فارس میں تعیناتی کے لیے تھے۔ انتظامیہ نے افغانستان میں سی آئی اے کے خفیہ آپریشن کی منظوری کی درخواست کی اور ابتدائی طور پر پاکستان کو 400 ملین ڈالر کی امداد دے دی۔

کولمبیا یونیورسٹی کی پروفیسر روسالینڈ موریس لکھتی ہیں: ''سیکولرازم ایک ایسا پردہ ہے جس کے پیچھے ایک نئی مذہبی جنگ لڑی جارہی ہے۔ درحقیقت اس کے ذریعہ سے پروٹسٹنٹ عیسائیت کو غیر جانبداری کا لبادہ پہنا کر اسے عالمی حیثیت دینے کی کوشش کی جارہی ہے''

افغانستان پر حملہ ہی کے دن سے امریکی ڈپلومیسی سوویت یونین کے خلاف عالمی رائے عامہ ہموار کرنے میں لگ گئی۔ امریکہ کا غصہ حملہ کا نشانہ بننے والوں سے ہمدردی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ افغانستان میں وہ اپنے دشمن کی مستقبل میں کامیابی کی صورت میں خطرہ کو بھانپ چکا تھا۔ افغان جنگ کے معماروں میں اس وقت اسسٹنٹ سیکرٹری آف ڈیفنس رچرڈ پرلے افغانستان کو ایک ختم نہ ہونے والے خطرناک معرکہ کا میدان خیال نہیں کرتا تھا بلکہ وہ اس کو ایک ایسی جگہ سمجھ رہا تھا جہاں سوویت یونین کو سبق سکھایا جاسکتا تھا۔ اس جیسے وار لارڈز کی شہرت واشنگٹن میں کافی بڑھ گئی۔

موجودہ مکمل سکوت کے برعکس اسلام آباد میں 27 جنوری 1980 کو 35 مسلم ممالک کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا، جس میں افغانیوں پر سوویت حملہ کی مذمت کے ساتھ ساتھ اس بات پر زور دیا گیا کہ کوئی بھی مسلم ملک افغانستان کی ڈیموکریٹک ری پبلک کو تسلیم نہ کرے۔ فطری طور پر مذہبی شناخت کی تبدیلی اور ایک بے خدا نظام مسلط کرنے کی کسی بھی کوشش کے خلاف مسلمان مزاحمت کررہے تھے، لہٰذا کمیونزم کے خلاف بین الاقوامی اسلامی یکجہتی کو بطور ایک طاقتور ہتھیار استعمال کرنے کے لیے کسی بھی لمبی چوڑی سوچ اور بحث ومباحثہ کی ضرورت نہ تھی۔ اس قسم کی یکجہتی کو ابھارنے کے لیے ہر قسم کی امداد مہیا کرنے کا کام سعودی عرب اور دیگر عرب راجدھانیوں کے ذمے لگادیا گیا، جسے بغیر کسی تردد کے قبول کیا گیا۔ انہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی معیت میں سوویت یونین کے خلاف اس امریکی جہاد کو اپنا مرکزی مقصد گردانا۔ اوماہا کی نبراسکا یونیورسٹی میں سے (سوویت یونین کے خلاف جہاد کے متعلق) کتابوں اور لٹریچر کی بھرمار نے کام کو آسان کردیا۔

واشنگٹن پوسٹ سے منسلک جوئے سٹیفن اور ڈیوڈ بی اٹاوے اس چیز کے متعلق جسے اب امریکہ نے جہاد ازم (jihadism) کا نام دیا ہے، لکھتے ہیں ''سرد جنگ کے دھندلکے میں امریکہ نے لاکھوں ڈالر کی لاگت سے افغان طالب علموں کے لیے متشدد تصویروں اور حرب وضرب کی اسلامی تعلیمات پرمبنی ایسی درسی کتب مہیا کیں جو سوویت یونین کے قبضہ کی راہ میں مزاحمت کو بڑھا سکیں۔ یہ کتابیں جو جہادی نعروں، گولی، بندوق، سپاہیوں اور بارودی سرنگوں کی تصاویر سے بھرپور تھیں، تب سے افغان سکولوں کے نصاب کا بنیادی جزو بن گئیں، یہاں تک کہ طالبان بھی انہی امریکی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔''

مسلم دنیا میں سکولوں کے نصابات میں سے جہادی تصور کو مٹانے کی کوششوں کے بالکل برعکس سٹیفن اور اٹاوے واضح کرتے ہیں کہ امریکی ادارے کس طرح اس وقت جہاد پرمبنی تعلیمات سے بھرپور درسی کتب کو ترقی دے رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں: ''افغانستان کی دو بڑی زبانوں دری اور پشتو میں لکھی ہوئی کتابوں کا سلسلہ 1980 کے اوائل میں شروع کیا گیا۔ اس کے لیے یو ایس ایڈ کے تحت نبراسکا یونیورسٹی اور اس میں واقع افغان سٹڈی سینٹر کو بے تحاشا فنڈز فراہم کیے گئے۔ 1984 سے 1994 تک افغانستان میں یونیورسٹی تعلیم کے پروگرام پر اس ایجنسی نے 51 ملین ڈالر کی خطیر رقم خرچ کی۔'' یو ایس ایڈ کے زیر اہتمام ''جہاد پراجیکٹ'' میں سوویت قبضہ کے خلاف مزاحمتی تحاریر وتصاویر کو معمول کے اسباق کے ساتھ بڑی ہشیاری کے ساتھ خلط ملط کیا گیا۔ یو ایس ایڈ کے اہلکاروں کا کہنا ہے کہ بچوں کو جو کچھ پڑھایا جاتا ہے، ان میں تصویری ٹیکنیکوں، بارودی سرنگوں اور میزائیلوں کی گنتی شامل ہے۔ انہوں نے یہ بھی مانا ہے کہ اس وقت یہ امریکہ کے مفاد میں تھا کہ بیرونی حملہ آوروں کے خلاف نفرت کو مہمیز دی جائے۔''

واشنگٹن پوسٹ کے نامہ نگار کے حوالے سے ایک ایڈ ورکر کے متعلق بیان ہے کہ وہ ایک غیر نظر ثانی شدہ کتاب کی ورق گردانی کررہا تھا کہ اُسے اس کے 43ویں صفحے پر ایک مزاحمتی جنگجو کی تصویر ملی۔ اس کا سر غائب تھا اور اس کے کاندھے پر (کارتوس والی) پیٹی اور کلاشنکوف آویزاں تھے۔ اس کے بدن پر ایک قرآنی آیت لکھی تھی اور نیچے پشتو زبان میں مجاہدین کی تعریف میں چند کلمات تھے۔ اس جیسے لوگوں کو اللہ کے وہ فرمانبردار بندے بتایا گیا تھا جو حیات اجتماعی میں اللہ کا قانون نافذ کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کی قربانی کے لیے ہروقت تیار رہتے ہیں۔'' (جاری ہے)

بے غیرتی

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

اپنے ایک پچھلے کالم میں (17 اکتوبر 2009ء) غیرت پر میں نے کچھ تبصرہ کیا تھا اور کچھ مثالیں بھی پیش کی تھیں۔ اس سے ایک بہت اچھا مفید مباحثہ شروع ہو گیا اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس ناپید جنس سے اب بھی کچھ لوگ واقف ہیں۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ کچھ غیور یعنی غیرت مند لوگ تو اس مضمون سے بہت خوش ہوئے کہ میں نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے، لیکن بعض دوسری طرف کے لوگ ''چور کی داڑھی میں تنکا'' کی ضرب المثل کے مصداق بہت برہم ہوئے اور غیر منطقی تشریحات دینے لگے۔ آپ کو میں نے بتلایا تھا کہ کس طرح غیور عربی شاعر عمرو بن کلثوم نے اپنی ماں کی ہتک عزت کا بدلہ حکمران وقت عمرو بن ہند کا سر قلم کر کے لے لیا تھا۔

موجودہ دور میں اس کی درخشاں مثال اس عراقی صحافی منتظر زیدی کی ہے جس نے بے غیرت دروغ گو بش کو جوتوں سے الوداعی ''بوسہ'' دیا تھا مگر بش جیسے بے حس انسان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور یہ احساس ہوا گویا مگر مچھ کی کمر پر سے پانی بہہ گیا۔ ماضی قریب میں سکھوں کے غیرت مندانہ اقدامات نے ان کی قوم کا سر بلند کر دیا۔ آپ کو علم ہوگا کہ جلیانوالہ باغ کے قتل کا بدلہ لینے ایک سکھ اودھم سنگھ انگلینڈ گیا تھا اور اس نے لیفٹیننٹ جنرل مائیکل اوڈائر (Michael O'Dwyer) کو، جس نے نہتے عوام پر گولی چلانے کا حکم دیا تھا، قتل کر کے غیرت مندی کا ثبوت دیا تھا۔ پھر گولڈن ٹمپل امرتسر پر فوجی کارروائی کا بدلہ لینے کے لیے سکھ محافظوں نے اندرا گاندھی کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس وقت کے آرمی چیف جنرل ارون شریدھر وائیدیا (Gen. Arun Shridhar Vaidya) کو جس نے ٹمپل پر حملہ کرایا تھا اس کو ریٹائرمنٹ کے بعد پونا میں سڑک پر کار میں قتل کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ پنجاب کے آئی جی پولیس پیریرا (Pereira) کو بھارت سے جا کر، جہاں وہ سفیر لگا دیا گیا تھا، سکھوں نے جا لیا اور گولی مار دی۔ وہ بچ تو گیا مگر زندگی بھر کے لئے اپاہج ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ اندرا گاندھی کے قتل کے بعد دہلی میں سکھوں کے قتل عام میں ملوث تمام رہنماؤں کو چن چن کر سکھوں نے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اسی طرح ہمارے غیور قبائلی عوام کی تاریخ بھی لاتعداد سنہری مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان کی بے عزتی کرنے والے زیادہ عرصہ اس دنیا میں زندہ نہ رہ سکے۔

میرے ایک دوست و ہمدرد مشہور کمپیئر اور صحافی نے اپنے 23 اکتوبر کے ایک کالم میں غیرت کے سلسلہ میں بہت اچھی مثالیں دی ہیں۔ اسی طرح ہمارے عرفان صدیقی اور بہت سے دوست بہت اچھی طرح سمجھا رہے ہیں۔ ایک مثال جو سب سے نمایاں ہے، ہندوستان سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کے ویلفیئر رہنما اور سابق وزیر دفاع جناب جارج فرنانڈس کی ہے۔ جب وہ سرکاری دورہ پر امریکہ گئے تو وہاں سیکیورٹی والوں نے ان کی جامہ تلاشی لینا چاہی تو انہوں نے ان کو للکار کر دور کر دیا، واپس جہاز پر گئے اور ہندوستان واپس آگئے۔ ہندوستانی حکومت نے حکم دے دیا جو بھی امریکن، خواہ وہ سفیر ہو، کوئی افسر ہو، سابق صدر ہو، آئندہ جب ہندوستان آئے تو اس کی جامہ تلاشی لی جائے اور جوتے اتروائے جائیں۔ چند دن بعد سابق صدر کلنٹن آنے والا تھا۔ امریکن بہت گھبرائے اور ہندوستان سے اس ''غلطی'' پر تحریری طور پر معافی مانگی اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے برعکس ہم سب نے امریکہ کے ایک ایئرپورٹ پر اپنے سینئر وزیر (مشیر) شریف الدین پیرزادہ اور اس کے وفد کے ارکان کو ٹوپیاں، جوتے اتارتے دیکھا اور جیبیں خالی کرتے اور مجرموں کی طرح ہوا میں ہاتھ اٹھائے جامہ تلاشی کراتے دیکھا۔

غیرت مند قوموں کے کردار کو دیکھنا ہو تو ایران، شمالی کوریا، وینزویلا کو دیکھو اور اگر بے غیرتی کی مثالیں تلاش کرنا چاہتے ہو تو دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے باقی اسلامی ممالک کی سابقہ اور موجودہ تاریخ اس سے پُر ہے۔ مشرف کا امریکنوں کے ایک فون پر لیٹ جانا، دور حاضر کی بدترین بے غیرتی کی ایک مثال ہے جو ہمارے لئے باعث شرم اور عبرت ہے۔

انسان کے اخلاقی کردار کے دو پہلو ایسے ہیں جن کا بے غیرتی سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ ہیں منافقت اور بے حیائی۔ منافقت یعنی قول و عمل میں تضاد، کھلے عام دیدہ دلیری سے جھوٹ بولنا، جھوٹے وعدے کرنا، اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو دھوکا دینا، یہ سب بے حیائی، منافقت اور بے غیرتی کی بدترین مثالیں ہیں۔ حیاء غیرت سے بھی اعلیٰ ایک شریفانہ جذبہ ہے جو انسانی شرافت کی روح ہے۔ جب حیاء رخصت ہو جائے تو ایسی ہی کیفیت ہو جاتی ہے جیسے کسی دوڑتی ہوئی گاڑی کا ٹائی راڈ کھل جائے۔ اس کے بعد گاڑی کسی بھی سمت میں جا کر ٹکرا سکتی ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا: ''جب تم میں حیاء باقی نہ رہے تو پھر جو جی چاہے کرو''۔

ہمارے ہاں بے حیائی اور بے غیرتی کا یہ سلسلہ ایوب خان کے دور سے شروع ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس نے ہمارے معاشرہ میں جڑ پکڑ لی اور رفتہ رفتہ بے حد توانائی حاصل کر لی اور موجودہ دور میں تو یہ علت اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ مشرف نے ٹی وی پر وعدہ کیا تھا کہ وہ دسمبر 2004ء میں فوجی وردی اتار دے گا مگر وہ اس سے مکر گیا، یوں اس نے بے غیرتی کا بہت بڑا ثبوت دیا۔ اس سے پیشتر ایوب خان، ضیاء الحق، وغیرہ کے دور میں لاتعداد عوامی وعدے کئے گئے اور توڑ دیئے گئے۔ کچھ اسی قسم کے واقعات موجودہ دور میں بھی بار بار نظر آئے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ وہ زبان جس پر اللہ کا نام آتا ہے، جس سے ہم کلمہ پڑھتے ہیں جس زبان سے اللہ سے دعا مانگی جاتی ہے، اسی زبان کو بے غیرتی کے اظہار کے لئے استعمال کرنے میں قطعی شرم نہیں آتی۔ حیا کے لفظی معنی تو شرم و غیرت کے ہیں مگر حقیقت میں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہر وہ عمل جو بے حیائی اور بے غیرتی کے زمرہ میں آتا ہے وہ حیاء کے سنہری اصول کی نفی اور ضد ہوتا ہے۔ حیاء اسلامی شخصیت کا انتہائی لازمی جز ہے کہ حدیث نبوی ہے: ''حیاء جزِ ایمان ہے''۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر غیرت انسانی فطرت میں دوسری تمام اعلیٰ لائق تحسین خصوصیات کی

طرح موجود ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ اعلیٰ خصوصیت اس قدر تیز رفتاری سے ناپید ہو رہی ہے اور اس کی جگہ بے غیرتی لے رہی ہے۔ یہ انگریزی ضرب المثل کے مطابق دس لاکھ ڈالر والا سوال ہے۔ ہمیں بہت سخت سوچ بچار کی ضرورت ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

اگر آپ سنجیدگی سے اپنے چاروں طرف دیکھیں تو بہت تعجب اور دکھ ہوگا کہ ہمارے لیڈر، حکمران، وکلاء، منتظم، اساتذہ، ڈاکٹر، خواتین، نوجوان یہاں تک کہ بعض جج صاحبان تک اس لعنت سے پاک نہیں ہیں۔ لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ یہ وائرس کہاں سے آ رہا ہے؟ یا یہ بھی ایک سے دوسرے کو لگنے والی متعدی بیماری ہے؟ بدقسمتی سے یہ بیماری ہمارے معاشرہ میں اونچے درجہ کے طبقوں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ دوسری بیماریوں کے برعکس جن سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے دوائیں اور انجکشن موجود ہیں اس بیماری سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور میں وہ آپ کے تصور پر چھوڑتا ہوں۔ مصیبت یہ ہے کہ دوسرے وائرس تو بدن کو کھاتے ہیں جب کہ یہ وائرس ہماری روح اور اخلاق کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ یہ ہمارے انسانی جوہر کو کھا جاتا ہے اور ہمیں اجتماعی طور پر ضمیر فروش بنا دیتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے قابل تقلید رہنما قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال، مولانا محمد علی جوہر، حسرت موہانی، لیاقت علی خان، نواب اسماعیل خان، راجہ صاحب محمود آباد، سر عبدالرحمٰن، نواب حمید اللہ خان، آغا خان، خان عبدالقیوم خان، غازی عبدالقیوم، غازی علم الدین، غلام اسحاق خان، وغیرہ وغیرہ، یہ سب شخصیات غیرت مندی کی جیتی جاگتی مثالیں رہی ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ غیرت وحمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور بے غیرتی ان کو چھو کر نہ گزری تھی۔ اگر ان رہنماؤں میں یہ اعلیٰ خصوصیات نہ ہوتیں تو ہم کبھی پاکستان حاصل نہ کر پاتے اور آج بھی ہندوؤں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ دوسری جانب سب سے دردناک اور ناقابل فراموش بے غیرتی کا مظاہرہ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی نے 16 دسمبر 1971ء کو ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں جنرل اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈال کر کیا تھا۔ یہ دھبہ اتنا بدنما ہے جو ہماری تاریخ کے صفحات سے کبھی بھی نہ دھویا جا سکے گا۔

پچھلے تقریباً پانچ سال سے میں نہایت سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں کہ بے غیرتی کی یہ لعنت کس طرح ہماری قوم میں، خاص کر لیڈروں میں، تاجروں میں اساتذہ کے خون میں سرایت کر گئی ہے۔ آپ نیچے سے اوپر کی جانب چلیں تو اس میں آپ کو اضافہ ہی ہوتا نظر آئے گا اور یہ محسوس ہوگا کہ روز بروز یہ لعنت پھیلتی ہی جا رہی ہے۔

آیئے، آپ کو کلام الٰہی کی جانب متوجہ کرتا ہوں کہ اس نے ایسے لوگوں اور اقوام کے لیے کیا تنبیہ کی ہے۔ سورۃ ھود، آیت 59 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور یہ وہی عاد ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش و متکبر کے احکام کی تعمیل کی‘‘۔ اس طرح انہوں نے ہر متکبر، سرکش (اور بے غیرت) حکمران کے احکام کی تعمیل کی اور جہنم کے مستحق ہوئے۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت 16 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوتا ہے تو ہم وہاں کے صاحب اقتدار، امیر لوگوں کو اللہ کے احکام کی کھلم کھلا نافرمانی کے راستوں پر چلنے دیتے ہیں اور وہ نافرمانیاں (گناہ) کرتے رہتے ہیں اور پھر اس بستی پر عذاب کا حکم نازل ہو جاتا ہے اور ہم اس کو ہلاک کر ڈالتے ہیں‘‘۔ یہاں اللہ تعالیٰ گنہگار، ظالم، بے غیرت حکمرانوں کو مہلت دینے کی بات کر رہا ہے اور پھر ان کے پیچھے چلنے کی پاداش میں سب کو عبرتناک سزا دینے کی۔ اور سورۃ انعام، آیت 123 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور اسی طرح ہم نے ہر بستی (قوم) میں اس بستی (قوم) کے بڑے بڑے (صاحب اقتدار) مجرمین بنا دیئے ہیں، تاکہ وہ وہاں اپنے مکر و فریب کا جال پھیلاتے رہیں۔ حالانکہ وہ اپنے فریب کے جال میں خود ہی پھنستے ہیں مگر وہ اس بات کو سمجھتے نہیں‘‘۔

بدقسمتی سے موجودہ دور میں صاحبان اقتدار کی ایک بڑی اکثریت میں وہ تمام خرابیاں گھر کر گئی ہیں جن کو آپ صرف ایک لفظ ’’بے غیرتی‘‘ سے بیان کر سکتے ہیں۔ کاش، ہم ان کے اقدامات کو غیرت کے عنوان سے یاد کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور ایک نہ ایک دن جلد یا بدیر ہمیں غیرت مند، سچے، بہادر اور مخلص لیڈر فراہم کرے گا۔ ہم سب کو امید رکھنی چاہیے کہ اس پت جھڑ کے بعد بہار ضرور آئے گی: ایمان اور یقین، دیانت و امانت، غیرت و شجاعت سے معمور قیادت کی بہار ان شاء اللہ۔

آخر میں ذرا غور فرمایئے کہ ایک شعر جواب ایک ضرب المثل بن گیا ہے، علامہ اقبال نے کہا تو تیموری خاندان کے بارے میں تھا، مگر کیا یہ آج ان تیموریوں سے زیادہ ہم پاکستانیوں پر صادق نہیں آتا؟ جب ملک و قوم کی موجودہ حالت دیکھتا ہوں تو علامہ اقبالؒ کی غلام قادر رُہیلہ نامی نظم کا وہ شعر بار بار یاد آتا ہے۔ علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ کچھ رد و بدل کر کے وہ شعر حاضر خدمت ہے:

مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام ہے جس کا، گئی اس قوم کے دل سے

معذرت: (اصل مصرعہ ہے ’’حمیت نام تھا جس کا، گئی تیمور کے گھر سے‘‘)

یہ کفر کا لشکر کچھ بھی نہیں!

انوار احمد خاں

یہ عظمت باطل دھوکہ ہے، یہ ثروتِ کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے ہیں سارے، یہ کفر کا لشکر کچھ بھی نہیں
اللہ سے ڈرنے والوں کو، باطل سے ڈرانا مشکل ہے
گر خوفِ خدا ہو دل میں تو، طاغوت کا پیکر کچھ بھی نہیں
دستور بھی ہے، تنظیم بھی ہے، تہذیب بھی ہے، تعلیم بھی ہے
منشور جو اپنا قرآں ہو، پھر قیصر و کسریٰ کچھ بھی نہیں

کراچی کے جملہ رفقاءِ تنظیم واحباب کا ایک روزہ اجتماع

اس سال تنظیم اسلامی کا بہاولپور میں ہونے والا مجوزہ سالانہ اجتماع ہنگامی بنیادوں پر منسوخ کر دیا گیا۔ تنظیم اسلامی کے بینر تلے ہونے والے اس سب سے بڑے اور اجتماعی پروگرام کی منسوخی کی اطلاع ملنے کے فوراً بعد کراچی کے دونوں حلقہ جات کے امراء سید اظہر ریاض اور انجینئر نوید احمد کے درمیان ٹیلیفون پر ایک طویل مشاورت ہوئی۔ دونوں امراء کے باہمی مشورے سے فیصلہ ہوا کہ اتوار 15 نومبر 2009ء کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں آل کراچی کے رفقاء واحباب کا اجتماع منعقد کیا جائے۔ اس موقع پر رفقاء کے سامنے سالانہ اجتماع کے التوا کے حوالے سے تمام صورت حال واضح کی جائے اور کراچی کے جن مقررین کو مرکزی اجتماع میں بیانات کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں، وہ اس مقامی اجتماع میں رفقاء کو ان سے فیض یاب کریں۔ دونوں امرائے حلقہ جات کے اس فیصلے کو فوری طور پر مقامی امراء اور ذمہ داران تک پہنچایا گیا۔ اس موقع پر اطلاعات کی ترسیل کا بہترین مظاہرہ کیا گیا۔ اجتماع میں کم وبیش 500 افراد حاضر تھے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق اجتماع عام کا آغاز صبح دس بجے ہونا تھا، جبکہ ذمہ داران کو صبح نو بجے حاضر ہونے کا کہا گیا تھا۔ اس موقع پر امرائے حلقہ سید اظہر ریاض اور انجینئر نوید احمد نے ذمہ داران سے خصوصی خطاب کیا، جس میں انہوں نے سالانہ اجتماع کے حوالے سے اول تا آخر تمام معاملات ذمہ داران کے سامنے بیان کیے کہ کس کس طرح اس اجتماع کے یقینی انعقاد کے لیے کوششیں کی گئیں مگر بالآخر ناگزیر وجوہ کی بناء پر امیر محترم کو یہ مشکل فیصلہ کرنا پڑا کہ اس اجتماع کو منسوخ کر دیا جائے۔ انجینئر نوید احمد نے بتایا کہ اس فیصلے کے بعد جب ان کی ٹیلی فون پر امیر محترم سے بات ہوئی تو شدت جذبات سے امیر محترم پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کچھ دیر تک تو بات بھی نہ کر سکے۔

اس دوران یہ فیصلہ بھی ہوا کہ اس پروگرام کے دوران امیر محترم ٹیلی فون پر رفقاء سے خطاب بھی کریں۔ اس مقصد کے لیے امیر محترم سے درخواست کی گئی تو انہوں نے تازہ، ناموافق صورت حال کی وجہ سے درپیش گوناگوں مصروفیات کے باوجود کمال شفقت سے دوپہر بارہ بجے کا وقت مختص فرمایا۔ اسی دوران رفقاء کے لیے دوپہر کے کھانے کے حوالے سے بھی مشورہ ہوا۔ اس مقصد کے لیے تنظیم اسلامی ڈیفنس کے امیر شاہد حفیظ چوہدری کی تجویز پر تنظیم اسلامی ڈیفنس اور تنظیم اسلامی قرآن اکیڈمی نے مشترکہ طور پر اس کام کا بیڑہ اٹھایا۔

صبح دس بجے عمومی اجتماع کی کارروائی شروع ہوئی۔ میزبان کے طور پر اس مقصد کے لیے تنظیم اسلامی بنوری ٹاؤن کے امیر فیصل منظور جلوہ گر ہوئے۔ سب سے پہلے حلقہ کراچی شمالی سے تعلق رکھنے والے معروف مدرس عامر خان نے ''فکر آخرت اور تحریکی جدوجہد میں صبر ومصابرت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے موضوع پر قرآن حکیم کے منتخب مقامات کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے قرآنی دلائل سے یہ بات رفقاء کے ذہن نشین کرائی کہ اصل اور آخری کامیابی انہی لوگوں کا مقدر ہوتی ہے جو اللہ کی ذات اور اس کے وعدوں پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں اور کسی بھی حال میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ایسے ہی ایمان والوں کے لیے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ''بے شک تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مؤمن ہوئے''۔

جناب عامر خان کے بیان کے بعد حاضرین کو چائے پیش کی گئی۔ پروگرام کا دوبارہ آغاز پونے بارہ بجے ہوا۔ امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نوید احمد نے اپنے لیے ''موجودہ صورت حال میں قرآن سے رہنمائی'' کے موضوع کا انتخاب کیا تھا۔ محترم مقرر نے رفقاء تنظیم سے کہا کہ انہیں حالات کے نشیب وفراز سے دل گرفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں غلبۂ دین حق کی جدوجہد میں رہنمائی قرآن اور سیرت رسولؐ سے لینی ہے۔ سالانہ اجتماع کی منسوخی پر ہمیں سیرت کا وہ واقعہ پیش نظر رکھنا چاہیے جو نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ کو حدیبیہ کے مقام پر پیش آیا۔ یہ وہ وقت تھا، جب اونٹوں پر سوار مسلمانوں کا قافلہ عمرے کی غرض سے دو سو میل تک سفر کی مشقتیں برداشت کرتا ہوا حدیبیہ تک پہنچ چکا تھا مگر اُسے عمرے سے روک دیا گیا۔ کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس قافلۂ شوق کے جذبات کا کیا عالم ہوگا؟ مگر ناموافق حالات کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو عمرہ کے بغیر واپس جانا پڑا بلکہ بظاہر ایک سخت معاہدہ بھی کرنا پڑا۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ کی جانب سے سمع وطاعت کا بے مثال مظاہرہ ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ نے اس بظاہر پسپائی کو فتح مبین قرار دیا۔ ہمیں بھی صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سمع وطاعت کا بہترین عملی مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر کی امید ہی نہیں بلکہ یقین بھی رکھنا چاہیے۔

امیر حلقہ کے خطاب کے دوران، امیر محترم کے رفقاء سے خطاب کا وقت ہو گیا۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی بنوری ٹاؤن کے ناظم عبدالرؤف رزاق کے موبائل ٹیلی فون سے استفادہ کیا گیا۔ امیر محترم نے سالانہ اجتماع کی حتمی تاریخ کے طے کیے جانے سے لے کر اس کی منسوخی کے ناگزیر فیصلے تک کی روداد کے تمام اہم پہلو رفقاء کے سامنے رکھے۔ انہوں نے ان تمام اقدامات کا ذکر کیا جو اس اجتماع کو کامیابی سے منعقد کرنے کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ اجتماع کی انتظامیہ میں شامل رفقاء وکارکنان نے موسم کی سختیوں کو سہتے ہوئے شب وروز کی انتھک محنت سے ویرانے میں آشیانے بنائے۔ امیر محترم نے بھی صلح حدیبیہ کے واقعے کا حوالہ دیا اور رفقاء پر واضح کیا کہ تحریکی جدوجہد میں اس طرح کی صورت حال کا پیش آنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ ہمیں تو اس بات پر یک گونہ اطمینان ہونا چاہیے کہ ہماری جدوجہد اب اس مقام پر آ پہنچی ہے کہ اب اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جانے لگی ہیں۔ امیر محترم کا رفقاء سے یہ خطاب تقریباً پندرہ منٹ تک جاری رہا۔

ظہر کی نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد اس اجتماع کا دوبارہ آغاز دوپہر اڑھائی بجے انجینئر نعمان اختر کی گفتگو سے ہوا۔ اُن کا موضوع تھا ''اقامت دین کی جدوجہد میں عزیمت کے مینار''۔ فاضل مقرر نے صحابہ کرامؓ کی جدوجہد اقامت دین کی راہ میں کھڑی کی جانے والی رکاوٹوں، ان کو پیش آنے والی صعوبتوں، اور ان پر اُن کے طرز عمل کو بیان کیا۔ اقامت دین کی راہ میں دی جانے والی قربانیوں کے حوالے سے انہوں نے سیر صحابہؓ سے چیدہ واقعات کی یاددہانی کروا کر رفقاء کے دلوں کو گرمایا اور انہیں استقامت کی تلقین کی۔

انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر اعجاز لطیف نے ''تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کا باہمی تعلق'' کے موضوع پر چند ضروری باتیں رفقاء کے سامنے بیان کیں اور اس بارے میں امیر محترم کا خط پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ انجمن، تنظیم اسلامی کی جدوجہد میں اس کی معاون ومددگار کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے امیر محترم کی خواہش کے مطابق ہر رفیق تنظیم کو اس ادارے کی بھی رکنیت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ اس موقع پر رفقاء میں انجمن خدام القرآن کی رکنیت کے فارم تقسیم کیے گئے۔ کئی رفقائے تنظیم نے موقع پر ہی انجمن خدام القرآن کی رکنیت حاصل کی۔

کراچی کے معروف ومقبول مدرس جناب شجاع الدین شیخ نے اپنے منتخب کردہ موضوع ''فوز عظیم اور عذاب الیم'' پر خطاب کیا۔ شجاع الدین شیخ کا نام تنظیم اسلامی کی سطح پر کسی

not just its own citizens in NWFP and FATA, but fellow Muslims across the border.

2. Lastly the **people of Pakistan and Afghanistan have to realise that neither brutal dictatorship nor secular democracy can succeed in the Muslim world**. As has been witnessed since February, Pakistan's political class has no solutions with respect to high fuel costs, high food prices and the deterioration in the financial environment. The Afghan President has also presided over a country where after nearly 7 years, hunger, corruption, electricity shortages and killing civilians are the watchwords of today's Afghanistan. **<u>Only the tried and trusted Islamic system of the Khilafah (Caliphate) can succeed in the Muslim world</u>**. A coherent effort at re-establishing the Khilafah is now the urgent requirement and is gaining momentum. <u>According to an opinion poll carried out by the University of Maryland, 74% of Pakistanis</u> support the establishment of a unified Khilafah in the Muslim world, the establishment of such an entity is therefore not a question of if, but when.

Indeed the major problems in Afghanistan and Pakistan are not one of economic resources but of political will. Afghanistan and Pakistan are not 'failing states.' Unfortunately for the people of Afghanistan they've been invaded twice by external powers in the last 25 years and this remains the hub of their problem. For the Pakistani people they have seen over 60 years of political failure with so called "independence" a mere charade.

Yet the world is entering a new paradigm in international relations. No longer will the Fed in Washington be calling the shots. No longer will the Dollar reign supreme. No longer is the US military invincible. What started with self evident truths in Philadelphia over two centuries ago has now morphed into implosion on Wall Street and an economic tsunami across the globe.

Many cite the Khilafah as a utopian dream, yet <u>those in the know are not so sure. A US government intelligence study by the National</u> Intelligence Council in 2004 called "Mapping the Global Future" presented as one future scenario the <u>rise of a new pan-national Caliphate. Thomas Ricks the Washington Post's senior Pentagon</u> correspondent in his book "Fiasco" says there is <u>precedent for the emergence of a unifying figure in</u> the Muslim world a modern day Saladin someone who can revive the region through combining <u>popular support with huge oil revenues. A real "nightmare scenario" for the western world as</u> Richard Nixon once described it in his book 1999.

<u>So Muslims face a strategic choice either support the US led coalition or politically unify under the banner of Islam. Whereas the former guarantees national oblivion and further balkanisation, the latter should allow the Muslim world to flourish and meet head on the challenges of the 21st century.</u>

تعارف کا محتاج نہیں۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے انھوں نے ادنیٰ واعلیٰ اور انفرادی واجتماعی معاملات پر اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینے اور لیتے رہنے کی طرف توجہ دلائی۔ ہمارے اپنے اعمال کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے انعامات کا ذکر کیا جو ہمیں کامیابی کی صورت میں یقیناً حاصل ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی غیر خالص اور غیر مطلوب اعمال کے نتائج اور اللہ کی طرف سے وعیدوں کی روشنی میں ان عذابوں کی طرف توجہ دلائی جو اخروی ناکامی کی صورت میں کسی کا مقدر بن سکتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ وہاں پر ہماری کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہمارے اس دنیا میں کیے گئے اعمال کی بنیاد پر ہی کیا جائے گا۔

اذانِ عصر سے قبل انجینئر نوید احمد کی جانب سے اجتماعی دعا کے ساتھ ہی یہ ایک روزہ اجتماع اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: رفیقِ تنظیم)

ضرورت رشتہ

☆ دو بہنیں عمر بالترتیب 22 سال اور 20 سال، امورِ خانہ داری میں ماہر، تعلیم ایف اے کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0343-4756141

☆ لاہور میں رہائش پذیر بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم میٹرک، مطلقہ کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4745745

☆ ایک دیندار گھرانے کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے عربی/اسلامیات کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4097677

☆ لڑکا، عمر 30 سال، گورنمنٹ ملازم، مغل فیملی سے تعلق، گارڈن ٹاؤن میں ذاتی رہائش کے لیے نیک اور موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4138821

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 27 سال صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تبلیغی جماعت سے تعلق، تعلیم ایم بی اے فنانس اور ایم بی اے I.T کے لیے دیندار تعلیم یافتہ برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0312-4441952

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Salik Malik

Pakistan the Next US Target - II

What about the war in Afghanistan, how does this fit into the plan for Pakistan? Of course Afghanistan has some value to the US but the campaign as Kristol admits will be allowed to continue on the back burner. The US objective for Afghanistan was never to defeat the Taliban or to extend its remit over the whole country. Indeed if it was the objective, the US would have sent more troops. The Soviet Union in comparison had 300,000 troops in the 1980's and while occupying the cities, could never pacify the countryside. The US and NATO presence at about 65,000 is almost laughable when facing a population of 31 million. The US campaign in Afghanistan is more a forward base combining Special Forces and CIA operatives backed up with airpower and a modest number of US ground forces. The mission in 2001 was to coordinate the fight with allies within the Northern Alliance and amongst other minorities and disgruntled anti-Taliban elements. Geo strategically Afghanistan has limited value for the US, other than to ensure no one else should control it. This explains why the priority given to Afghanistan will always be less than Iraq and certainly lower than Pakistan.

It also explains why Afghanistan is in the shambles it is. According to the Afghanistan Human Development Report 2007 Afghanistan remains far behind neighbouring countries with a rank of 174 out of 178 countries on the global HDI (a composite indicator that measures education, longevity, and economic performance). 6.6 million Afghans do not meet their minimum food requirements. 2006 witnessed a significant rise in attacks and a 59% spike in the area under poppy cultivation, making the country a world leader in the production of illegal opium (90% of global production). Low literacy and a lack of access to safe drinking water, food, and sanitation contribute to the still relatively high child mortality rate. With the maternal mortality ratio estimated at 1600 deaths per 100,000 live births, Afghanistan maintains one of the highest maternal mortality rates in the world

How should Muslims in the region respond? They need to do at least three things:

1. Pakistan should realise what the US is trying to do. It doesn't require an international relations genius to conclude that the US is seeking to do to Pakistan what it has done to Iraq, namely decimating its military capability and fracturing the country into separate entities. The army who effectively control Pakistan are not stupid; they understand the political dynamic at place. Four star General Tariq Majeed Chairman of the Joint Chiefs of Staff Committee recently said at an international conference in Singapore that cross-border missile strikes into Pakistan's tribal belt are killing civilians and contributing to the popular perception that **U.S. military operations in the region are "anti-Islam."** They understand that when the US talks about reforming the Frontier Corps, this is about ensuring that they fight more effectively for the US not Pakistan. They also understand that while the US has a tactical relationship with Pakistan, it seeks a strategic relationship with India even to the extent of offering it unprecedented civil nuclear assistance. The $10 billion or so that the US has given Pakistan since 2001 means nothing if Pakistan eventually fragments into multiple pieces. With NWFP, Baluchistan and Karachi all teetering at the edge, the US has once in a generation opportunity to turn Pakistan into a balkanised hell hole.
2. The only supply lines into Afghanistan for the US are either through the mountains of Central Asia or through the port of Karachi. Without Pakistan, logistics, the flow of supplies, fuel and other military hardware would soon stop the campaign in Afghanistan. There is no strategic interest for Pakistan to continue to support America's war in Afghanistan. Firstly it allows 65,000 NATO and US troops to permanently occupy a Muslim country creating an anti Pakistani government in Kabul. Secondly instead of having a secure western border, Pakistan has to have 100,000 troops permanently supporting the US effort thus taking valuable resources from it's more vulnerable eastern border with India. Lastly Pakistan has to face the blowback, of fighting